نصرۃ

میگزین

شمارہ: 26
ذی الحج 1436 / محرم الحرام 1437 ہجری
بمطابق ستمبر / اکتوبر 2015

عطاء بن خلیل ابو الرشتہ
(امیر حزب التحریر)

تفسیر سورۃ البقرۃ آیۃ 125

حزب التحریر کی طرف سے قبل الآخر پکار

خلافت کے داعیوں کے حکومتی اغوا کے بارے میں
کراچی پریس کانفرنس

عید کا پیغام:
ہماری افواج
امت کو متحد کر دیں

کیا اسلامی ریاست
غیر مسلموں کو پُر اطمینان
زندگی کی ضمانت دے سکتی ہے

صرف خلافت ہی
صوبائی اور لسانی کشمکش کا
خاتمہ کر سکتی ہے

نصرۃ میگزین / شمارہ:26

ذی الحج / محرم الحرام 1436 ہجری بمطابق ستمبر / اکتوبر 2015

اس شمارے میں

روایتی سوچ سے دستبرداری	اداریہ	01
تفسیر سورۃ البقرۃ آیت 125	شیخ عطاء بن خلیل ابوالرشتہ (امیر حزب التحریر)	02
حزب التحریر کی طرف سے قبل الآخر پکار	پمفلٹ	04
عید کا پیغام: ہماری افواج خلافت کے قیام کے لئے نصرۃ فراہم کر کے امت کو یکجا اور متحد کر دیں	مصعب عمیر	10
کیا مذہب کی بنیاد پر قائم اسلامی ریاست غیر مسلموں کو پُر اطمینان زندگی کی ضمانت دے سکتی ہے	ڈاکٹر افتخار	12
صرف خلافت ہی صوبائی اور لسانی کشمکش کا خاتمہ کر سکتی ہے	افضل قمر	21
افغان "امن" مزاکرات	پریس ریلیز	23
خروج اور حزب التحریر کا منہج	شہریار نجم	24
ثابت قدمی اور سختیاں برداشت کرنا	سرورالدین	29
اے مسلم افواج! ہمارا صلاح الدین کہاں ہے جو فلسطین میں قتل کیے گئے بچوں کا انتقام لے؟	پریس ریلیز	34
پناہ گزین کیمپوں میں بڑی تعداد میں آنے والے روہنگیا عورتوں اور بچوں کو کون پناہ فراہم کرے گا؟	پریس ریلیز	35
شام کی سرحد پر ترکی کی فوجی نقل و حرکت	سوال وجواب	36
ترکی سرکاری طور پر اسلام کے خلاف جنگ میں بین الاقوامی اتحاد میں شامل ہو گیا جس کی قیادت امریکہ کر رہا ہے	پریس ریلیز	39
اغوا کے ہتھکنڈے استعمال کر کے حکومت نے اسلام کے خلاف جنگ میں اپنے مؤقف کو کمزور تسلیم کر لیا ہے	پریس کانفرنس	40

اداریہ: روایتی سوچ سے دستبرداری

پوری مسلم دنیا میں اس وقت یہ احساس شدید سے شدید تر ہوتا جارہاہے کہ ایک اسلامی انقلاب کی فوری اور اشد ضرورت ہے۔اس بات پر ایک وسیع اتفاق رائے موجود ہے کہ موجودہ سیاسی نظام جاری نہیں رہ سکتا۔ یہ ایک مشہور و معروف بات ہے کہ موجودہ حکمران مسلمانوں کی ضروریات سے غافل ہیں جبکہ وہ استعماری طاقتوں کے مفادات کوہمیشہ سامنے رکھتے ہیں۔ اس بات کی شدید خواہش موجود ہے کہ اسلام کو معاشرے کی بنیاد کے طور پر بحال کیا جائے، اور پاکستان مسلم دنیا میں موجوداس رائے عامہ سے مستثنیٰ نہیں ہے۔

اس روایتی سوچ کو چھوڑ دینا اب ہم پر لازم ہے کہ موجودہ نظام میں سے ہی کوئی نئی جماعت یا تحریک تبدیلی لاسکتی ہے۔یہ بات اب بالکل واضح ہو چکی ہے کہ حزب اختلاف کی جماعتیں موجودہ سیاسی نظام کا ہی حصہ ہیں۔ حزب اختلاف کی جماعتیں جیسے پی۔پی۔پی، پی۔ٹی۔آئی، ایم۔کیو۔ایم، اے۔این۔پی، جے۔یو۔آئی یا کوئی بھی دوسری جماعت جو جمہوریت کے ذریعے اقتدار میں آنے کی کوشش کرتی ہیں کبھی انقلاب نہیں لاسکتی چاہے مزید ایک اور الیکشن ہو جائے یا سینکڑوں الیکشن ہوجائیں۔اور ایسااس وجہ سے ہوتا ہے کیونکہ جمہوریت پاکستان کے موجودہ نظام کی بقاء کی ضامن ہے۔جمہوریت اسمبلی کو یہ حق دیتی ہے کہ وہ قرآن و سنت کے واضح احکامات تک کو چھوڑ دے۔یہ وہ دروازہ ہے جو استعماری ممالک اور اداروں کو یہ موقع فراہم کرتا ہے کہ وہ مسلمانوں کی خواہشات کو کچل کر اپنی خواہشات کو نافذ کرواسکیں۔ لہٰذا روایتی سوچ کی بنیاد پر موجودہ سیاسی نظام میں سے کوئی حقیقی تبدیلی لانے کی

> **موجودہ سیاسی نظام صرف پرانے آزمائے ہوئے چہروں پر نیا رنگ وروغن لگا کر انہیں نئی شکل دے کر عوام کے سامنے پیش کر دیتا ہے**

جدوجہد درحقیقت ایک لاحاصل کوشش ہے۔

موجودہ سیاسی نظام صرف پرانے آزمائے ہوئے چہروں پر نیا رنگ وروغن لگا کر انہیں نئی شکل دے کر عوام کے سامنے پیش کر دیتاہے۔عمران خان کی صورت میں آخری تجربہ ناکام ثابت ہو چکا ہے۔عوام نے یہ جان لیا ہے کہ ان کے پر جوش اور مستقل مزاجی کے ساتھ انتخابات کو دھاندلی زدہ قرار دینے کی کوشش درحقیقت ناکام، اپنی موت آپ مرتے ہوئے نظام اور موجودہ اشرافیہ کی درپردہ حمایت ہے۔

روایتی سوچ سے دستبرداری سے تھوڑا بہت خوف ضرور آتا ہے کیونکہ ایک چیز کا جاننا چاہے وہ غلط ہی کیوں نہ ہو بہر حال آسانی فراہم کرتا ہے۔لیکن اب تبدیلی ایک ناگزیر حقیقت بن چکی ہے۔ اگر ہم اپنی خواہشات کی تکمیل چاہتے ہیں تو ہمارے پاس کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے۔یہی وقت ہے کہ ہم جمہوریت اور ہر اس جماعت سے جو اس پر یقین اور اس کی بقاء کی جدوجہد کرتی ہے، سے امید لگانا چھوڑ دیں۔ ہم جو پاکستان میں رہتے ہیں ہمیں لازماً بغیر کسی تذبذب کے خلافت کے منصوبے پر اپنی توجہ مکمل طور پر مرکوز کر دینی چاہیے۔ ہمیں اہل قوت اور اثرو رسوخ رکھنے والے افراد سے جمہوریت کے خاتمے اور خلافت کے قیام کا مطالبہ کرناچاہیے۔

تفسیر سورۃ البقرۃ :125

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مشہور فقیہ اور رہنما، امیر حزب التحریر، شیخ عطاء بن خلیل ابو رَشتہ کی کتاب "**التیسیر فی اصول التفسیر**" سے اقتباس

(وَإِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِلنَّاسِ وَأَمْنًا وَاتَّخِذُوا مِنْ مَقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى وَعَهِدْنَا إِلَى إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ أَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْعَاكِفِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُود)

تفسیر

1- اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے بیت الحرام کو دو ایسی ممتاز صفات سے نوازا ہے جو ایک دوسرے کے لئے لازم وملزوم ہیں : پہلی صفت **مَثَابَۃ** یعنی لوگوں کا مرجع ، جہاں ہر سال لوگ آتے ہیں مگر انہیں اس سے مکمل تسکین نہیں ہوتی ، کوئی ایک مرتبہ آئے تو اس کا دل بار بار شرفِ باریابی حاصل کرنے کا مشتاق رہتا ہے ،وہ یہ نہیں سوچتا کہ یہ میرا آخری مرتبہ آنا ہے،جیسا کہ اس آیت میں:(رَبَّنَا إِنِّي أَسْكَنتُ مِنْ ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيمُوا الصَّلاَةَ فَاجْعَلْ أَفْئِدَةً مِنْ النَّاسِ تَهْوِي إِلَيْهِمْ) "اے ہمارے پروردگار ! میں نے اپنی کچھ اولاد کو آپ کے حرمت والے گھر کے پاس ایک ایسی وادی میں لا بسایا ہے جس میں کوئی کھیتی نہیں ہوتی ۔ ہمارے پروردگار ! (یہ میں نے اس لئے کیا) تاکہ یہ نماز قائم کریں،لہٰذا لوگوں کے دلوں میں ان کے لئے کشش پیدا کردیجئے"(ابراہیم:37)۔دوسرا: وَ امناً، یہ اَمِنَ یَأمَنُ کا مصدر ہے(جس کا معنی امن کے ہیں)۔ یہاں مصدر ، اسم فاعل (اٰمناً) کے مقام میں استعمال ہوا ہے تاکہ مبالغہ پر دلالت کرے ،یعنی ہم نے اس گھر کو امن والا بنایا۔ ایک اور مقام پہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:(أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا آمِنًا وَيُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ) "بھلا کیا انہوں نے یہ نہیں دیکھا کہ ہم نے (ان کے شہر کو) ایک پُر امن حرم بنادیا ہے، جبکہ ان کے اِرد گرد لوگوں کا حال یہ ہے کہ اُنہیں اُچک لیا جاتا ہے"(العنکبوت:67)۔جاہلیت میں مکہ والوں کے آس پاس لوگوں کو لوٹ لیا جاتا تھا،جبکہ مکے والے امن سے زندگی گذارتے تھے،انہیں کوئی کچھ نہیں کہتا تھا،اور اگر حرم کے اندر ایک شخص کا اپنے باپ یا بھائی کے قاتل سے آمنا سامنا ہوجاتا تو جب تک وہ حرم میں رہتا، اسے نہ چھیڑتا۔

آیت کریمہ میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ بیان فرماتے ہیں کہ اس نے بیت اللہ کو لوگوں کا مرجع اوران کے لئے امن کی جگہ بنایا ہے۔ اس آیت میں الناس کالفظ عام ہے، چنانچہ یہ امن ہر انسان کے لئے ہے ۔ اس میں کسی خاص حالت کے ساتھ تخصیص کرنے کے لئے نص کی ضرورت ہوگی جیسے "آپ ﷺ کا کچھ افراد کے قتل کو مباح قراردینا،خواہ وہ کعبہ کے پردوں کے ساتھ کیوں نہ لٹک جائیں"اور یہ فتح مکہ کے دن ہوا تھا۔ یوں اس میں امن تمام لوگوں کے لئے ہے، الّا یہ کہ اس عام حکم کے اندر تخصیص کرنے والی کوئی صحیح نص وارد ہوجائے۔

2- آیت میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ یہ امر فرمارہے ہیں کہ مقامِ ابراہیمؑ کو مصلیٰ (نماز پڑھنے کی جگہ) قرار دیا جائے،(وَاتَّخِذُوا مِنْ مَقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى) "اور تم مقام ابراہیمؑ کو نماز پڑھنے کی جگہ بنا لو"۔ جیسا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں آیا ہے کہ "نبی ﷺ نے عمر بن الخطاب کا ہاتھ پکڑا اور کہا،اے عمر، یہ مقام ابراہیم ہے، تو عمر نے عرض کیا، کیا اس جگہ کو نماز کے لئے مختص نہ کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا، ہمیں اس کا حکم نہیں دیا گیا۔ ابھی سورج غروب نہیں ہوا تھا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے یہ حکم نازل

کردیا:وَاتَّخِذُوا مِنْ مَقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى "اور تم مقام ابراہیمؑ کو نماز پڑھنے کی جگہ بنالو"۔

اور مقام ابراہیم علیہ السلام حرم شریف کی مشہور جگہ ہے، اور یہ اس پتھر کا نام ہے، جو حاجی لوگوں کے ہاں جانا پہچانا ہے اور جہاں طواف قدوم کی دو رکعتیں ادا کرتے ہیں۔ جیسا کہ عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں گذرا اور جیسا کہ امام مسلمؒ نے جابر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، ((أن رسول الله صلى الله عليه وسلم لما فرغ من طوافه عمد إلى مقام إبراهيم فصلى خلفه ركعتين وقرأ الآية)) "رسول اللہ ﷺ جب طواف سے فارغ ہوئے تو مقام ابراہیم کا رُخ کیا اور مذکورہ آیت تلاوت کرکے اس کے پیچھے کھڑے ہو کر دو رکعتیں پڑھیں"۔

"مقام" لغت میں قدم رکھنے کی جگہ کو کہتے ہیں یعنی کھڑے ہونے کی حالت میں، اور یہ قام یقوم کے باب سے ہے اور اس کا مصدر قیام ہے۔ اور "پتھر" جس پر ابرہیم علیہ السلام کے قدم مبارک کا نشان ثبت ہے وہ حرم شریف کے اسی معروف جگہ نصب ہے۔ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ اس پتھر کی حقیقت کیا ہے، تو اس کے بارے میں کئی روایات ہیں، ان میں راجح ترین روایت یہی ہے کہ جب بیت اللہ شریف کی دیواریں تعمیر کرتے کرتے اونچی ہوگئیں اور اپنے قدموں کے نیچے کوئی پتھر رکھے بغیر مزید کام کرنا ممکن نہ تھا، تو ابرہیم علیہ السلام نے اس پتھر پر کھڑے ہو کر اس کی تعمیر آگے بڑھائی، تو گویا یہ وہی پتھر ہے جو مشہور و معروف ہے۔

3۔ (وَعَهِدْنَا إِلَى إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ أَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْعَاكِفِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ) یعنی ہم نے ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ کو وحی کی کہ اس گھر کو قائم کریں اور اس کو اُن لوگوں کے لئے خاص کریں، جن کا ذکر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے کیا ہے یعنی، لِلطَّائِفِينَ وَالْعَاكِفِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ "طواف کرنے والوں، اعتکاف کرنے والوں، رکوع اور سجدہ کرنے والوں کے لئے "تاکہ ان کے علاوہ کوئی اور یہاں نہ آئے۔ وَعَهِدْنَا إِلَى کا معنی ہے، ہم نے ان کو حکم دیا، کیونکہ عَهِدَ کا لفظ جب اِلیٰ کے ذریعے متعدی ہو جائے، تو وصیت اور حکم کے معنی میں ہوتا ہے۔ أَنْ طَهِّرَا میں اَن، اَی کے معنی میں ہے ،ای سابقہ جملے کی تفسیر کے لئے لایا جاتا ہے، چنانچہ ان کے بعد والے جملے کا کوئی اعرابی حیثیت متعین نہیں۔ طَهِّرَا یعنی اس کو پاکیزہ بناؤ یعنی طواف کرنے والوں، اعتکاف کرنے والوں، رکوع کرنے والوں اور سجدہ کرنے والوں کے لئے اس کو مختص کردو۔ ہم نے طاہرا کا معنی خالصاً کے ساتھ کیا کیونکہ جہاں بیت اللہ کی تعمیر کی گئی وہاں کوئی رہنے بسنے والا نہیں تھا، چنانچہ کسی بت یا دیگر گندگیوں کا وجود ہی نہیں تھا جن سے اس کی صفائی مقصود ہو، جیسا کہ اس آیت میں، رَبَّنَا إِنِّي أَسْكَنتُ مِنْ ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ "اے ہمارے پرودگار! میں نے اپنی کچھ اولاد کو آپ کے حرمت والے گھر کے پاس ایک ایسی وادی میں لابسایا ہے جس میں کوئی کھیتی باڑی نہیں ہوتی" (إبراهيم:37)۔ للطائفين، جو بیت اللہ کا طواف کرے۔ العاكفين، عبادت کے لئے مقیم لوگ (معتکفین)۔ الركع السجود، نماز پڑھنے والوں کے لئے۔ اب آیت کے پورے معنی یوں ہوئے: ہم نے ابراہیم اور اسماعیل علیہ السلام کو بیت اللہ کو خاص اس مقصد کے لئے بنانے کا حکم دیا کہ اس کے ارد گرد طواف کیا جائے، لوگ یہاں اعتکاف کریں اور نماز پڑھیں۔

مذکورہ آیت، وَعَهِدْنَا إِلَى إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ، سورۃ حج میں آئی اور اُس آیت کے ساتھ کوئی تناقض نہیں جس میں اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے کہ، وَإِذْ بَوَّأْنَا لِإِبْرَاهِيمَ مَكَانَ الْبَيْتِ "اور یاد کرو وہ وقت جبہم نے ابراہیم کو اس گھر (یعنی خانہ کعبہ) کی جگہ بتادی تھی" (الحج:26)۔ تو سورۃ حج میں صرف ابراہیم علیہ السلام کو ذکر کیا گیا ہے اور اللہ نے جس گھر کی تعمیر کا حکم دیا، اس کے بارے میں اُسے بتایا۔ اس پر اللہ کا قول بَوَّأْنَا دلالت کرتا ہے، جس کا معنی ہے "ہم نے گھر کے لئے جگہ تیار کی"۔ یہ کنایہ ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت ابراہیم کو اس گھر کے محل وقوع کے بارے میں مطلع کرنے سے، جب کہ سورۃ بقرۃ کی اس آیت میں جو امر دیا گیا ہے وہ بیت اللہ کو قائم کرنے سے متعلق ہے۔ تو ابرہیم اور اسماعیل علیہ السلام کو اللہ نے وصیت کی کہ وہ اس کو قائم کریں، لہٰذا اس آیت میں دونوں کو ذکر کرنے اور سورۃ الحج میں صرف ابراہیمؑ کو ذکر کرنے میں کوئی تعارض نہیں، بلکہ ان دونوں آیتوں میں فرق ہے، کیونکہ یہ دونوں مختلف امور کے بارے میں ہیں۔

حزب التحریر کی طرف سے قبل الآخر پکار
مسلم امت کی جانب۔۔۔اور بالخصوص امت میں سے اہلِ قوت کی جانب

تمام تعریفیں اللہ کیلئے اور صلاۃ و سلام ہو اللہ کے نبی ﷺ پر، آپ کی آل اور اصحاب پر اور ہر اس شخص پر جس نے آپ کی پیروی کی۔

محترم بھائیو! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

ہم رمضان کے اِس بابرکت مہینے میں آپ سے مخاطب ہیں، اِس مقدس مہینے میں جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِنَ الْهُدَى وَالْفُرْقَانِ﴾ "ماہ رمضان وہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا جو لوگوں کو ہدایت کرنے والا ہے اور جس میں ہدایت کی اور حق وباطل کی تمیز کی نشانیاں ہیں" (البقرہ:185) اسی طرح اللہ کے نبی ﷺ نے اس حدیثِ قدسی میں فرمایا جسے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا((قَالَ اللَّهُ: كُلُّ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ لَهُ، إِلَّا الصِّيَامَ، فَإِنَّهُ لِي وَأَنَا أَجْزِي بِهِ...)) "ابنِ آدم کا ہر عمل اس کے اپنے لئے ہے سوائے روزے کے۔ روزہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کا اجر دونگا" (بخاری)۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک اور حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:((إِذَا جَاءَ رَمَضَانُ فُتِّحَتْ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ، وَغُلِّقَتْ أَبْوَابُ النَّارِ، وَصُفِّدَتِ الشَّيَاطِينُ)) "جب رمضان شروع ہوتا ہے ، جنت کے دروازے کھل جاتے ہیں، اور جہنم کے دروازے بند کردئے جاتے ہیں اور شیطانوں کو زنجیروں میں جکڑ دیا جاتا ہے" (مسلم)۔ ہم اللہ سے دعا گو ہیں کے وہ آپ کے دلوں کو کھولے اور آپکی سماعت ہماری اس دعوت کی طرف متوجہ ہو، تاکہ آپ اُن لوگوں میں شامل ہوسکیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿الَّذِينَ يَسْتَمِعُونَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُونَ أَحْسَنَهُ أُولَئِكَ الَّذِينَ هَدَاهُمُ اللَّهُ وَأُولَئِكَ هُمْ أُولُو الْأَلْبَابِ﴾ "جو بات کو کان لگا کر سنتے ہیں۔ پھر جو بہترین بات ہو اس کی اتباع کرتے ہیں۔ یہی ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے ہدایت کی ہے اور یہی عقلمند بھی ہیں" (الزمر-۱۸)

معزز بھائیو! بلاشبہ آپ دیکھ رہے ہیں جو کچھ اِس اُمت پر گزر چکا ہے اور جو اب بھی گزر رہا ہے۔ کافر استعماری ریاستیں ہم پر ایسے ٹوٹ پڑی ہیں جیسے کُتے اپنے شکار پر ٹوٹتے ہیں۔ ہماری زمینیں آج ہر لالچی ذی روح کی ہوس کا نشانہ بنی ہوئی ہیں اور ہر بدنیت شخص اِن کا استحصال کرنے میں لگا ہوا ہے۔ یہ اس طرح تقسیم ہوگئی ہیں کہ اِن کو یکجا کرنے کی کوئی چیز موجود نہیں۔ بلاخوف وخطر ہمارا خون بہایا جارہا ہے، ہمارے وسائل لوٹے جارہے ہیں اور ہماری زمینوں پر ہر طرف سے حملے کئے جارہے ہیں یہاں تک کے اس امت کے دل فلسطین کی مقدس سرزمین پر بھی، یہود نے قبضہ کرلیا، اسراءومعراج کی سرزمین اور ہمارا قبلہِ اول۔ انہوں نے اس سرزمین میں اپنے لئے ایک ریاست قائم کی جس کے نتیجے میں وہاں فساد پھیلا۔ انہوں نے وہاں کے لوگوں کو بے دخل کردیا، اُن سے اُن کے گھر چھینے اور چادر اور چاردیواری کے تقدس کو پامال کیا۔ اُنہوں نے خون بہایا اور قتل کئے اور مسلسل زمین کو اپنے ظلم اور فساد سے بھرے جارہے ہیں۔ امریکہ نے بھی خون بہایا اور عراق اور افغانستان کی سرزمین کو تباہ وبرباد کردیا۔ اِس نے ہر سرزمین میں ہمارے خلاف سازشیں کیں، سوڈان کو توڑ دیا، مشرقی تیمور کو انڈونیشیا سے علیحدہ کردیا، یونان کے قبرص کے زیادہ تر حصے پر قبضے میں معاونت کی اوراس کے علاوہ بھی بہت کچھ۔ اس سب میں برطانیہ بھی اُس کے ساتھ شریکِ جرم رہا۔ جہاں وہ بذاتِ خود قتل وغارت گری کے قابل ہوتا تو کوئی کسر نہ چھوڑتا اور جہاں وہ خود کو اس قابل نہ سمجھتا تو امریکہ کے ساتھ مل کر اس جرم میں شریک ہوجاتا، کہیں اُس کے شانہ بہ شانہ اور کہیں اس کے پیچھے چھپ کر۔ وہ افغانستان، عراق اور لیبیا کے قتلِ عام میں شریک رہا۔ فرانس نے بھی مسلمانوں کے قتلِ عام میں اِن ہی کی پیروی کی، کہیں اِن کی صفوں میں شامل ہوکر اور کہیں اِن سے علیحدہ ہوکر اکیلے میں جیسا کہ وسطی افریقہ میں۔ پھر روس ہے جس نے کریمیا، قفقاز، چیچنیا اور تاتارستان میں قتلِ عام کیا؛ چین اور اس کی ترکستان میں اسلام دشمن کاروائیاں؛ بھارت جہاں کشمیر میں ہندوؤں نے قتلِ عام اور اندوہناک جرائم ڈھا کر مسلمانوں پر حکومت کی؛ یہاں تک کے اب تو چھوٹی ریاستیں بھی مسلمانوں کے قتلِ عام میں ملوث ہیں جیسا کہ برما جس نے بُدھ مت کے پیروکاروں کو مسلمانوں پر آزاد چھوڑ دیا جو کھلے عام مسلمانوں کو قتل کررہے ہیں اور اُن کے تقدس کو پامال کررہے ہیں۔ یہ اُس میں سے کچھ ہے جو مسلمانوں پر گزر رہی ہے۔

اس خون کے بہانے میں کافر استعمار اکیلے نہیں بلکہ ہمارے درمیان میں سے وہ لوگ بھی ہیں جو اُن کے ایجنٹ اور آلہ کار بنے ہوئے ہیں، جو آپس میں لڑتے اور ایک دوسرے کا خون بہاتے ہیں۔ کچھ ناسمجھ مسلمان اس میں ان کے ساتھ شامل ہوجاتے ہیں یہ سمجھتے ہوئے کے وہ خیر میں اپنا حصہ ڈال رہے ہیں۔ لہذا وہ شام میں اس طرح ایک دوسرے سے لڑ رہے ہیں جیسے کے بدترین دشمن آپس میں لڑتے ہیں۔ اسی طرح وہ عراق میں بھی ایسے لڑ رہے ہیں جیسے اسلام سے قبل جاہلیت کے دور میں ہوں۔ اور اسی طرح لیبیا اور یمن میں ہو رہا ہے اور کچھ کم پیمانے پر مصر اور تیونس میں بھی۔ ان علاقوں میں ہونے والی اِن پُر تشدد کاروائیوں میں ہولناک جرائم دیکھے گئے، ایسے جرائم جن کی مثال پہلے کبھی بھی ہونے والی مسلمانوں کی آپس کی لڑائی میں نہیں ملتی۔ یہ اُس میں سے کچھ ہے جو مسلمانوں پر گزر رہی ہے۔

کافر استعماریادوسرے مسلمانوں کے ہاتھوں ہونے والے یہ حملے ہی صرف مسلمانوں کے جسم کو تار تار نہیں کر رہے بلکہ اِن کے علاوہ وہ حملے بھی ہیں جو جسم کو تو زخمی نہیں کرتے مگر دل و دماغ کو چھلنی کر دیتے ہیں۔ کافر استعمار دھوکہ دہی، سازشی منصوبوں اور متعدد فریبی اسالیب کو اختیار کرتے ہوئے خلافت کی دعوت اور اس کے حاملین کو نشانہ بنانے کے لئے اپنی تمام تر کوششیں بروئے کارلا رہے ہیں۔ کبھی تو وہ خود یہ عمل سرانجام دیتے ہیں اور کبھی اپنے ایجنٹوں کے ذریعے یہ کام کرتے ہیں۔ جب وہ، خلافت کی دعوت کے حاملین کو زیر کرنے اور اُمت کو خلافت سے دور کرنے کی اِن کوششوں میں ناکام ہوگئے، تو خود کچھ مسلمان اٹھ کھڑے ہوئے اور وہ کام جو کافر استعماری بھی نہ کرسکے اس کو کرنے کا بیڑا اٹھالیا۔ اُنہوں نے کانفرنس پر کانفرنس منعقد کی تاکہ اُمت کو یہ دھوکہ دے سکیں کہ خلافت کا تصور ایک تاریخی حقیقت تو ہے مگر کوئی شرعی فریضہ نہیں۔ خلافت کے تصور کے خلاف جنگ میں کچھ تو اور بھی آگے بڑھ گئے، اور اس کے نام پر مظالم ڈھاکر اور جرائم کر کے، اِس کے نام کو بدنام کرنے کی کوشش کی۔ اُنہوں نے خلافت کا مصنوعی دعویٰ کیا اور پھر خلافت کے نام پر انہوں نے ایسے کام کئے جن کا تصور کرنا بھی انسانی ذہن کے لئے محال ہے اور یوں انہوں نے استعماری کفاراور اسلام دشمنوں کی راہ مزید ہموار کر دی کہ وہ اِن جرائم کو استعمال کرتے ہوئے انہیں بڑھاچڑھا کر دکھائیں تاکہ یہ تاثر دیا جائے کہ خلافت صرف ظلم و جبر اور جرائم ہی کا نام ہے۔ اِس سب سے وہ یہ چاہتے ہیں کہ لوگ خلافت سے نفرت کریں اور اس سے دستبردار ہوجائیں، اور اُن کے اذہان میں خلافت کا ایک شاندار، روشن اور مثبت تصور ختم کرکے اس کی جگہ جبر اور تاریکی پر مبنی منفی تصور بنادیا جائے۔ پس آج مسلمانوں کی حالت انتہائی تاریک ہے، اور یہ صرف کافر استعمار کے اعمال کا نتیجہ نہیں بلکہ اس جرم میں وہ بھی شامل ہیں جو اُن کے ساتھ شریک ہوئے اور وہ بھی جو اُن سے بھی آگے نکل گئے، وہ جو خود کو اسلام سے جوڑتے ہیں مگر انہوں نے صرف اِس کو نقصان ہی پہنچایا، چاہے اسلام کے خلاف نعرہ لگا کر یا اِس کا نام لے کر!

اے مسلمانو۔۔۔اور بالخصوص اے اہلِ قوت!

ہماری صورتحال نے ہمیں عربوں کے زمانہ جہالت کے دور کی یاد دلا دی ہے، جہاں وہ ایک اونٹ پر چالیس سال تک آپس میں لڑتے تھے، بیٹیوں کو زندہ درگور کرتے تھے اور اپنے ہاتھوں سے بنے لکڑی اور پتھر کے بتوں کی عبادت کرتے تھے۔ یہاں تک کہ کبھی کھجور سے بُت بناتے اور جب بھوک لگتی تو اُسی کو کھالیتے! وہ دنیا سے بے خبر، صحراؤں میں وقت ضائع کرتے پھرتے تھے۔ انسانیت کیلئے عظیم مقاصد کو اپنانا تو دور کی بات وہ اپنے اہل واعیال اور اردگرد کے لوگوں تک کی کچھ فکر نہ کرتے تھے۔ جہاں تک اُن کا تعلق ہے جو شہروں میں رہتے، وہ اپنی وفاداریاں اُس دور کی عظیم قوتوں سے وابستہ کرتے۔ جیسا کہ عراق میں بنو لخم فارس کا حلیف تھا اور شام کے غسانی روم کے حلیف تھے۔ جب روم اور فارس آپس میں ایک دوسرے کو تنگ کرتے تو لخمی اور غسانی بھی آپس میں جنگ کرتے۔ یہ تھی اُس وقت عربوں کی حالت چاہے وہ ریگستانوں میں ہوں یا شہروں میں۔۔۔ سوائے مکہ کے جسے اللہ نے محفوظ رکھا،اِس کے باوجود کہ اُس میں اتنے بُت موجود تھے جتنے سال میں دن ہوتے ہیں۔

یہ تھا دورِ جاہلیت میں صحرائی عربوں کا حال، جو بغیر کسی قابلِ وقعت وجہ کے، تنگ نظری پر مبنی قبائلی وجوہات کی بناپر ایک دوسرے کو قتل کرتے اور آپس میں لڑتے تھے۔ جہاں تک اُن عربوں کا تعلق تھا جو شہروں میں رہتے تھے، تو وہ بھی کئی بار آپس میں لڑتے، اپنے مفادات کے لئے نہیں بلکہ اُس وقت کی بڑی طاقتوں کے مفادات کے لئے۔ وہ تقسیم شدہ تھے اور کوئی شئے اُن کو یکجا کرنے پر قادر نہ تھی اور نہ ہی کوئی ایسی وجہ تھی جو اُن کو اپنے آپ کو تباہ کرنے سے روک سکتی۔ اُن کی وہ حالت ہماری آج کی صورتحال سے مطابقت رکھتی ہے یا ہم یوں کہہ لیں کے ہماری آج کی حالت اُن کے گزرے ہوئے کل جیسی ہے۔ اِس سب کے باوجود اُن کے حکمرانوں اور قبائلی سرداروں میں غیرت اور شرم موجود تھی، وہ دو چیزیں جو آج مسلم علاقوں کی قیادتوں اور حکمرانوں میں سرے سے ناپید ہیں ۔ اِس کا ایک ثبوت تو وہ واقعہ ہے جس میں مشرکینِ قریش نے چالیس آدمی رسول اللہ ﷺ کو شہید کرنے کیلئے بھیجے تھے۔ وہ رات کے وقت اللہ کے نبی ﷺ کے گھر کے باہر پہنچے تو دروازہ بند پایا۔ وہ وہیں باہر محاصرہ کئے کھڑے ہوگئے کہ آپ ﷺ دروازہ کھولیں تو وہ آپ ﷺ کو شہید کردیں کیونکہ اُن کی غیرت نے اُنہیں گھر میں زبردستی بزورِ طاقت دھاوا بولنے سے روکے رکھا۔ اور اُن کی حیاء نے اُنہیں اُس وقت گھر میں داخل ہونے سے روکے رکھا جب گھر والے سو رہے تھے۔ جہاں تک آج کے حکمرانوں اور اُن کے جاسوسوں کا تعلق ہے تو وہ احترام اور تکریم کی تمام اقدار سے عاری ہیں۔ وہ گھروں میں، بغیر جھجکے، بلا اجازت اور بنا دستک دئے چھاپے مارتے ہیں۔ وہ عورتوں اور بچوں کو ہراساں کرتے ہیں اور اُن کو اپنے پیروں تلے روندتے ہیں جب وہ نیند میں سو رہے ہوتے ہیں۔ ایسا اِس وجہ سے ہے کہ یہ حکمران اور اُن کے جاسوس تمام غیرت اور شرم و حیاء کھو چکے ہیں۔ اللہ کے نبی ﷺ نے سچ فرمایا: ((...إِذَا لَمْ تَسْتَحْيِ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ)) "اگر تم میں شرم نہیں تو پھر جو چاہے کرو"(بخاری)

اے مسلمانو۔۔۔اور بالخصوص اے اہلِ قوت!

اللہ کے نبی ﷺ اسلام کے ساتھ بھیجے گئے جس کے ذریعے انہوں نے عربوں کو جہالت کے گھٹاٹوپ اندھیروں سے نکال کر نشاۃِثانیہ کے راستے پر گامزن

کیا۔ آپ ﷺ نے اُنہیں زوال سے نکال کر ترقی دی، اُنہیں کھڑا کیا جبکہ وہ ساکت بیٹھے تھے اور خوابِ غفلت سے اُٹھا کر بیدار کیا۔ وہ اللہ کے راستے کے مجاہد بنے اور جہاں کہیں بھی گئے اللہ کے پیغام کے ذریعے خوشحالی اور انصاف پھیلایا۔ آپ ﷺ نے اس کام کیلئے سب سے پہلے دارالارقم ابنِ ارقم میں اُن لوگوں پر مشتمل جماعت بنائی جو ایمان لا چکے تھے۔ کچھ سالوں بعد، آپ ﷺ نے اس جماعت کا معاشرے میں اعلان کیا اور اس جماعت نے معاشرے میں تفاعل کا آغاز کیا، سیاسی اور فکری جدوجہد کے ذریعے حق کو کھول کر بیان کیا اور اللہ کے معاملے میں کسی ملامت گر کی ملامت کا خوف نہیں کیا۔ انہوں نے دعوت کے راستے میں حائل ہر مشکل پر صبر کیا، ہر رکاوٹ کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور ارادوں میں کسی قسم کی کمزوری نہ آنے دی۔ یہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہا یہاں تک کہ وہ سال آگیا جسے 'غم کا سال' کہا جاتا ہے کیونکہ اس سال آپ ﷺ کے چچا ابو طالب جو آپ کی حفاظت کیا کرتے تھے انتقال کر گئے اور آپ ﷺ کی اہلیہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا، مومنین کی ماں، جو آپ کی اس دعوت میں معاون تھیں، رفیقِ حقیقی سے جاملیں۔ غم کے اِس سال جو نبوت کا دسواں سال تھا اللہ سبحانہُ و تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو دو اعزازات سے نوازا جس سے اللہ سبحانہُ و تعالیٰ نے اُن کو دنیا اور آخرت دونوں میں عزت بخشی۔ پہلا اعزاز اسراء و معراج کا تھا، جس میں آپ ﷺ کو رات میں مسجدِ الحرام سے مسجدِ اقصیٰ تک اور پھر وہاں سے بلند ترین آسمانوں تک لے جایا گیا جہاں اللہ سبحانہُ و تعالیٰ نے آپ ﷺ پر وہ نازل کیا جو اللہ سبحانہُ و تعالیٰ اپنے پسندیدہ بندے ﷺ پر نازل کرنا چاہتا تھا۔ دوسرا معاملہ نبی ﷺ کو نصرۃ طلب کرنے کی اجازت دینے کا معاملہ تھا، جو بیعت العقبہ ثانی کے وقت انجام کو پہنچا، وہ بیعت جو نصرۃ کی تھی، وہ بیعت جو حکمرانی کی تھی۔ یہ نبوت کے تیرہویں سال ذوالحجہ کی بات ہے۔ اس کے بعد، اللہ کے نبی ﷺ نے پہلے ہجری سال کے ربیع الاول میں مدینہ ہجرت کی جہاں اسلامی ریاست کو قائم کیا اور اسلام اور مسلمانوں کو عزت و قوت عطا کی۔ یہ ایسا تاریخ ساز واقعہ تھا کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں مسلمانوں کا اپنا کیلنڈر شروع کرنے کا ارادہ ہوا اور اس مقصد کے حل کے لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ نے مسلمانوں کو اکٹھا کیا، تو اُنہوں نے اِسی دن یعنی ہجرت اور ریاست کے قیام کے تاریخ ساز دن کو اسلامی کیلنڈر کے آغاز کا دن ٹھہرایا۔ اس طرح اسلامی ریاست کا قیام ہوا۔ اسلام نے جزیرہ نما عرب اور اس کے گرد و نواح کو اپنے نور سے منور کیا۔ پھر خلافتِ راشدہ کا زمانہ آیا اور پھر اُن کے بعد آنے والے خلفاء کا۔ وسیع و عریض علاقے فتح ہوئے، خیر کو دنیا کے کئی حصوں میں پھیلایا گیا، مشرق سے لیکر مغرب تک، انڈونیشیا سے بحر اوقیانوس تک۔ اگر مجاہدین اُس وقت جانتے کے بحر اوقیانوس سے آگے بھی زمین ہے تو وہ اُن زمینوں پر بھی لنگر انداز ہوتے، ان کو فتح کرتے اور وہاں بھی خیر کو پھیلاتے۔ جب عقبہ ابنِ نافع اپنے گھوڑے پر سوار، بحر اوقیانوس کے ساحل پر پہنچے تو بولے۔ **"اے اللہ، اگر مجھے معلوم ہوتا کہ اس سمندر سے آگے کوئی سرزمین موجود ہے تو میں اس کو سر کرنے کے لئے چل پڑتا"**۔ اور ایک اور روایت میں یوں آتا ہے کہ وہ اپنے گھوڑے کو دوڑاتے ہوئے سمندر کے اندر لے گئے یہاں تک کے پانی اُن کی گردن تک آگیا اور تب وہ بولے، **"اے اللہ، میں تجھے اپنا گواہ بناتا ہوں کہ میں اس سمندر کو پار نہیں کر سکتا۔ اگر میرے پاس اس سمندر کو پار کرنے کا کوئی ذریعہ ہوتا تو میں ضرور ایسا کر لیتا"**۔

مسلمانوں کی طاقت اور عظمت کا یہ سلسلہ یوں ہی برقرار رہا۔ کافروں نے اس بات کا ادراک کر لیا کہ مسلمانوں کی طاقت کی بنیادی وجہ ریاستِ خلافت میں اسلام سے حکمرانی کرنا ہے، العقاب کے جھنڈے کے سائے میں جو کہ لا إله إلا الله محمد رسول الله کا جھنڈا ہے، پس انہوں نے اپنی تمام تر قوت اُس ریاست کو منہدم کرنے پر صرف کر دی۔ برطانیہ اس وقت کی کفریہ ریاستوں کی سرغنہ ریاست تھی اور اُس نے 18ویں صدی کے شروع ہی سے اس مقصد پر کام کرنا شروع کر دیا یہاں تک کہ 20ویں صدی کے پہلے چوتھائی حصے میں وہ خلافت کو منہدم کرنے میں کامیاب ہو گئی۔ اُس نے اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے عربوں اور ترکوں میں سے چند غدّاروں کو استعمال کیا۔ اس وقت کے بعد سے مسلمان کمزور اور تقسیم ہو کر رہ گئے۔ اسلام کے ہر دشمن نے مسلمانوں کی سرزمین کو روندنا شروع کر دیا چاہے وہ طاقتور ریاستیں ہوں یا کمزور ریاستیں۔ قرآن کی بے حرمتی کی گئی لیکن وہ ٹس سے مس نہ ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ کی تضحیک کی گئی، پھر بھی ان کی رگوں میں ان کا خون نہ کھولا۔ ان کے مقدسات اور عزتوں کو پامال کیا گیا لیکن پھر بھی ان کی افواج اپنی بیرکوں میں ہی دبک کر بیٹھی رہیں۔ حکمرانوں نے اپنی افواج کو متحرک نہ کیا سوائے جب اپنے ہی لوگوں کے خلاف ہو۔ وہ کمزوروں کے سامنے شیر بنتے رہے لیکن دشمن کے سامنے بزدلی اور شکست خوردگی کی چادر اوڑھے رکھی یہاں تک کہ ہم اس حال میں پہنچ گئے جہاں ہم آج ہیں!

اے مسلمانو۔۔۔اور بالخصوص اے اہلِ قوت!

مسلم امت کے امور اس وقت تک درست نہیں ہوں گے جب تک وہ معاملہ نہ کیا جائے جس سے پہلے مسلمانوں کے امور درست ہوئے تھے اور وہ ہے، خلافتِ راشدہ کے

ذریعے اسلام پر مبنی حکومت، العقاب کے سائے میں جو کہ رسول اللہ ﷺ کا جھنڈا تھا۔ اور یہ اسی طریقہ کو اپنانے سے ہو گا جس کے ذریعے رسول اللہ ﷺ نے اسلام کی رسالت کا کام سرانجام دیا تھا۔ اور وہ طریقہ یہ ہے کہ اسلامی اساس پر ایک جماعت تشکیل دینا جس کا کام امت سے تفاعل کرنا اور امت میں سے اہلِ قوت سے نصرہ طلب کرنا ہو اور اس طریقہ پر ثابت قدمی سے چلتے رہنا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنی نصر دے دے اور یہ جماعت اسلام پر مبنی حکومت اور ریاست قائم کر دے۔ اُس وقت ہمارے امور اس درستگی پر پہنچیں گے جیسا کہ اِن کو ہونا چاہیے اور صرف اسی طریقے سے امت زوال سے عروج کی طرف گامزن ہو گی اور اپنی پچھلی روِش پر واپس آجائے گی یعنی خلافت راشدہ کے ذریعے اندرونی طور پر اسلام کا نفاذ اور دعوت و جہاد کے ذریعے اسلام کو پوری دنیا تک پہنچانا، یہاں تک کے اللہ العزیز الحکیم اپنی نصر سے نواز دے ﴿إِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُومُ الْأَشْهَادُ﴾ "یقیناً ہم اپنے رسولوں کی اور ایمان والوں کی مدد دنیا کی زندگی میں بھی کریں گے اور اس دن بھی جب گواہی دینے والے کھڑے ہوں گے "(الغافر: 51)

خلافت کے لئے کام کرنا صرف اس لئے ضروری نہیں ہے کہ حقیقت کے تجزیہ سے نجات اور کامیابی کا واحد رستہ یہی ہے، بلکہ سب وجوہات سے بڑھ کر، یہ اس لیے ضروری ہے کیونکہ یہ ایک عظیم فرض ہے ، اُم الفرائض اور تاج الفروض ہے، جس کے ذریعے شریعت نافذ ہوتی ہے اور حدود قائم ہوتی ہیں، اور جس کے بغیر نہ شریعت ہی ہو گی اور نہ ہی حدود قائم کرنا ممکن ہے اور **جس عمل کو کئے بغیر ایک فرض پورا نہ ہو سکتا ہو، وہ عمل بذاتِ خود فرض ہو جاتا ہے**۔ خلافت کا قیام اور خلیفہ کا تقرر عظیم فرائض ہیں۔ اور استطاعت رکھنے کے باوجود، ان فرائض کو پورا کرنے کے لئے عمل نہ کرنا شدید گناہ کا باعث بنتا ہے اور ایسے میں موت کو جاہلیت کی موت سے تشبیہ دی گئی ہے جس سے اس گناہ کی شدت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((... وَمَنْ مَاتَ وَلَيْسَ فِي عُنُقِهِ بَيْعَةٌ، مَاتَ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً)) "اور جو کوئی اس حال میں مرا کہ اس کی گردن میں خلیفۂ وقت کی بیعت نہ ہو تو وہ جاہلیت کی موت مرا "(مسلم)۔ بے شک خلافت کا قیام اور خلیفہ کا تقرر عظیم فرائض ہیں۔ اسی وجہ سے مسلمانوں نے رسول اللہ ﷺ کی تجہیز و تدفین سے پہلے ان فرائض کو پورا کیا اس کے باوجود کہ وہ تدفین کے فرض کی اہمیت کو سمجھتے تھے۔ اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کی خلیفہ کی تقرری کے فرض کو رسول اللہ ﷺ کی تجہیز و تکفین کے فرض پر، جو کہ بذاتِ خود ایک اہم فرض تھا، فوقیت دینے کے عمل سے اس کی اہمیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

مزید برآں، یہ خلافت ہی ہے جو امام، یعنی خلیفہ کی قیادت میں نئے علاقے فتح کرتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((... وَإِنَّمَا الإِمَامُ جُنَّةٌ يُقَاتَلُ مِنْ وَرَائِهِ وَيُتَّقَى بِهِ...)) "اور بے شک امام ڈھال ہے جس کے پیچھے سے لڑا جاتا ہے اور اپنا تحفظ کیا جاتا ہے"(مسلم)۔ خلافت اور خلیفہ مسلمانوں کی ڈھال اور محافظ ہیں اور اللہ کی اذن سے، جو محفوظ ہوتا ہے آخر کار وہی کامیاب ہوتا ہے۔ اُس سے اُس کے حقوق اور زمین چھینی نہیں جا سکتی۔ اُس کے دشمن اُس کے قریب آنے کی جراءت نہیں کرتے۔ خلافت کی تاریخ اس بات کی گواہ ہے۔ کہاں ہیں آج بازنطینی شہنشاہ اور اُن کی عصاءِ شاہی؟ مدائن اور کسریٰ کہاں ہیں؟ بحر الکاہل سے بحر اوقیانوس تک کی سرزمین کو کس نے تکبیر کے نعروں کی گونج سے بھر دیا تھا سوائے اسلام کی ریاست، اس کے سپاہیوں اور اس ریاست کے عدل کے؟ اگر خلافت کو ان سمندروں سے آگے، مشرق یا مغرب میں، کسی زمین کے بارے میں علم ہوتا تو وہ ان علاقوں تک بھی اللہ الرحمٰن الرحیم العزیز الحکیم کی دعوت پہنچانے کی ذمہ داری اٹھا لیتی۔

اے مسلمانو۔۔۔ اور بالخصوص اے اہلِ قوت!

ہم نے ماضی میں دو دفعہ آپ کو پکارا تھا:

- پہلی دفعہ ، تقریباً پچاس سال پہلے، 20 ربیع الثانی 1385 ھ بمطابق 17 اگست 1969 ء کے دن۔ اُس پکار کا مقصد، یہ خطرے کی گھنٹی بجانا تھا کہ اسلامی افکار اور احکامات کے متزلزل ہونے کے نتیجے میں ، مسلمانوں پر اس کے واضح اور صریح اثرات دیکھے جا سکتے تھے۔ اور حزب وہ قائد ہے جو اپنے لوگوں کو گمراہ نہیں کرتی، چنانچہ حزب نے اسلام کے افکار اور احکامات پر مسلمانوں کا اعتماد بحال کرنے کے لئے حتیٰ الوسعیٰ جدوجہد کی اور الحمدُ للہ رب العالمین، حزب نمایاں طور پر اس جدوجہد میں کامیاب رہی۔
- دوسری دفعہ، تقریباً دس سال پہلے، 28 رجب 1426 ھ بمطابق 2 ستمبر 2005ء کے دن۔ یہ پکار ایک انتہائی گرم سیاسی ماحول میں دی گئی تھی۔ مغرب ، امریکہ کی قیادت میں، یہ دیکھ چکا تھا کہ حزب اور دوسرے مخلص مسلمانوں نے اسلام پر سے مسلمانوں کا اعتماد متزلزل کرنے کی مغربی کوششوں کے سامنے کامیابی سے مزاحمت کی اور وہ یہ بھی دیکھ رہا تھا کہ اب مسلمان خلافت کے قیام کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ جب مغرب نے یہ دیکھا تو اس نے حزب پر حملے بڑھا دئے، کبھی تو براہِ راست اور کبھی اپنے ایجنٹوں کے ذریعے۔ اور وہ تب تک

عراق اور افغانستان میں جنگیں بھی شروع کر چکا تھا جنہیں وہ خود صلیبی جنگوں کا نام دے چکا تھا اور ان جنگوں کی وجہ اسلام اور مسلمانوں سے دشمنی تھی۔ چنانچہ ہماری دوسری پکار، مغرب کی، امریکہ کی قیادت میں، خلافت، اور بالخصوص خلافت کے داعیوں اور بالعموم تمام مسلمانوں سے دشمنی کو واضح کرنے کے لئے تھی۔ اس پکار میں یہ بیان کیا گیا تھا کہ اسلام کے دشمن مسلمانوں کو خلافت کے لئے کام کرنے سے روکنا چاہتے ہیں۔ ہم نے یہ بھی بیان کیا تھا کہ مسلمان مغرب کو ہرانے کی اہلیت رکھتے ہیں اگر وہ اسلام کے احکامات کی پابندی کریں اور دین کے معاملے میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخلص ہوں اور اللہ القوی العزیز کی طرف لوٹ جائیں۔

- اور اب، جب خلافت مسلمانوں کی اکثریت کی رائے عامہ بن چکی ہے، ہم آپکی طرف یہ قبل الآخر پکار بھیج رہے ہیں۔۔۔

اب اس کے علاوہ کچھ نہیں رہا کہ اللہ کے حکم سے انصارِ مدینہ کی طرح کوئی انصار سامنے آجائیں اور سعد رضی اللہ عنہ کی طرح کا کوئی سعد سامنے آجائے۔۔۔ وہ لوگ جو خلافت کے لئے کام کرنے والوں کو نصرۃ دیتے ہوئے اپنے دین کی مدد کریں۔۔۔ اور حزب التحریر کی مدد کریں جو دوسری خلافتِ راشدہ کا قیام عمل میں لے کر آئے، وہ خلافت، جو نبوۃ کے نقشِ قدم پر موجودہ ظلم و جبر کے دور کے بعد قائم ہونی ہے اور جس کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے کیا ہے، ﴿وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ﴾ "تم میں سے ان لوگوں سے جو ایمان لائے ہیں اور نیک اعمال کئے ہیں اللہ تعالیٰ وعدہ فرما چکا ہے کہ انہیں ضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا" (النور:55)۔ اور جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے بشارت دی ہے۔((... ثُمَّ تَكُونُ مُلْكًا جَبْرِيَّةً، فَتَكُونُ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ تَكُونَ، ثُمَّ يَرْفَعُهَا إِذَا شَاءَ أَنْ يَرْفَعَهَا، ثُمَّ تَكُونُ خِلَافَةً عَلَى مِنْهَاجِ نُبُوَّةٍ)) "پھر جبر کی حکومت قائم ہوگی، تو جب تک اللہ چاہے گا وہ قائم رہے گی، پھر اللہ اسے اٹھالے گا (ختم کردے گا) جب اٹھانا چاہے گا، پھر نبوۃ کے نقشِ قدم پر خلافت قائم ہوگی" (احمد)۔

- **یہ قبل الآخر پکار ہے**، جس میں ہم آپ سے مخاطب ہیں کیونکہ ہم آپ کے لئے بھلائی کے خواستگار ہیں۔ اس پکار پر لبیک کرنے میں جلدی کرو اے مسلمانو! اس پکار کی طرف لپکنے میں جلدی کرو اے اہلِ قوت! اس دعوت کے ساتھ شامل ہو جاؤ اور نصرۃ دو۔ جلد حزب کے ساتھ خلافت کو قائم کرنے کے عمل میں شامل ہو جاؤ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ صرف خلافت کو قائم ہوتے ہوئے دیکھتے ہی رہ جائیں اور یاد رکھیں کہ آج حزب کی صفوں میں شامل ہونے کا اجر و ثواب ویسا نہیں جیسا اجر و ثواب آپ کو کل ملے گا اگرچہ ثواب دونوں میں ہے۔ ﴿لَا يَسْتَوِي مِنكُم مَّنْ أَنفَقَ مِن قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ أُوْلَئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِينَ أَنفَقُوا مِن بَعْدُ وَقَاتَلُوا وَكُلاً وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَى وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ﴾ "تم میں سے جن لوگوں نے فتح سے پہلے فی سبیل اللہ دیا ہے اور قتال کیا ہے وہ (دوسروں کے) برابر نہیں، بلکہ ان سے بہت بڑے درجے کے ہیں جنہوں نے فتح کے بعد خیراتیں دیں اور جہاد کیے۔ ہاں بھلائی کا وعدہ تو اللہ تعالیٰ کا ان سب سے ہے اور جو کچھ تم کر رہے ہو اس سے اللہ خبردار ہے" (الحدید:10)

یہ قبل الآخر پکار ہے، جس میں ہم آپ سے مخاطب ہیں کہ آپ کسی سے خوفزدہ نہ ہوں سوائے اللہ العزیز الجبّار کے۔ یہ ہرگز نہ کہیں کہ "اگر ہم نے آپ کی مدد کی تو امریکہ اور مغرب ہمارے خلاف ہو جائے گا"، کیونکہ جو کوئی بھی اللہ کی خاطر ایمان لائے گا اور مدد و نصرۃ فراہم کرے گا، اُس کے سامنے دشمن لڑکھڑا جائے گا اور اس کی طاقت ڈھیر ہو جائے گی۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ فرماتا ہے، ﴿وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِينَ﴾ "ہم پر مومنوں کی مدد کرنا لازم ہے" (روم:47)

یہ قبل الآخر پکار ہے، جس میں ہم آپ سے مخاطب ہیں اور آپکو آپکی اصل طاقت اور آپکے دشمنوں کی کمزوری کی طرف متوجہ کرتے ہیں۔ آپ مسلمان ہیں، آپ کا ایمان ہے کہ اللہ آپ کا رب ہے، اسلام آپ کا دین ہے اور رسول اللہ ﷺ آپ کے نبی ہیں۔ آپ اپنے رب کی وجہ سے طاقت ور ہیں، ﴿لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ﴾، "کوئی طاقت نہیں مگر اللہ کی مدد سے" (الکھف:39) اور آپ اپنے دین کی بدولت عزت دار ہیں۔ ﴿وَلِلَّهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ﴾ "سنو! عزت تو صرف اللہ تعالیٰ کے لیے اور اس کے رسول کے لیے اور ایمان داروں کے لیے ہے" (المنافقون:8) آپ خلفاءِ راشدین، اور اندلس کو فتح کرنے والے اور اس میں اسلامی تہذیب کو قائم کرنے والوں کی اولاد ہیں۔ آپ معتصم کی اولاد ہیں جس نے ایک عورت کو تحفظ دینے کے لئے فاتح فوج کی قیادت کی جب اس عورت نے ایک رومی کے ظلم سے تنگ آکر پکارا "وا معتصماه!"۔ آپ ہارون الرشید کی اولاد ہیں جس نے رومی بادشاہ کے معاہدہ توڑنے پر جواباً ایک فوج روانہ کی تاکہ رومی بادشاہ ان کے تحریری جواب نامے سے پہلے مسلم فوج کا سامنا کرے۔ آپ اولاد ہیں صلاح الدین کی، جس نے صلیبیوں کو مغلوب کیا، قطز اور بیبرس کی، جنہوں نے تاتاریوں کو مغلوب کیا، محمد الفاتح کی، وہ نوجوان جسے اللہ تعالیٰ نے قسطنطنیہ کو فتح کرنے کا شرف بخشا، جس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ((... فَلَنِعْمَ الْأَمِيرُ أَمِيرُهَا، وَلَنِعْمَ الْجَيْشُ ذَلِكَ الْجَيْشُ)) "۔۔۔اور کیا ہی عمدہ امیر اسکا امیر ہوگا اور کیا ہی عمدہ فوج وہ فوج ہوگی" آپ خلیفہ سلیمانؒ القانونی کی

اولاد ہیں جن سے فرانس نے اپنے قید ہوئے بادشاہ کو چھڑوانے کے لئے التجا کی تھی اور خلیفہ سلیم سوئم کی، جن کے دور میں امریکہ اُن کے الجیریا کے گورنر کو سالانہ ٹیکس ادا کیا کرتا تھا تاکہ امریکی بحری جہازوں کو بحیرۂ روم سے بحفاظت گزرنے کی اجازت مل سکے۔ آپ خلیفہ عبدالحمید کی اولاد ہیں جنہیں یہودیوں کی طرف سے لاکھوں سونے کے سکوں کی پیشکش دھوکے میں نہ ڈال سکی اور یہودیوں کو فلسطین کی مقدس زمین پر آباد ہونے کی اجازت دینے کے لئے شدید عالمی دباؤ بھی جھکانے میں کامیاب نہ ہو سکا۔ انہوں نے جواب میں جو الفاظ کہے وہ آج بھی مشہور ہیں "یہودی اپنے لاکھوں اپنے پاس رکھیں۔ اگر خلافت کبھی منہدم ہو گئی تو وہ بغیر کوئی قیمت دیے فلسطین لے لیں گے۔ لیکن جب تک میں زندہ ہوں، میں اپنے جسم میں تلوار پیوست کروالینا پسند کروں گا بجائے اسکے کہ میں فلسطین کی سرزمین کو خلافت سے کٹتے اور علیحدہ ہوتے ہوئے دیکھوں" اللہ ان پر اپنی رحمت کرے، یقیناً وہ ایک بعید النظر شخص تھے کیونکہ خلافت کے انہدام کے بعد بالکل یہی ہوا۔ ایجنٹ حکمرانوں نے فلسطین کھو دیا اور یہودیوں کے حوالے کر دیا بلکہ یہودیوں کے لئے ان کی ریاست کی چوکیداری شروع کر دی۔ جب انیسویں صدی کے اواخر میں برطانیہ کے کسی شہری نے اسلام کی تضحیک پر مبنی فلم کی اشاعت کی، تو خلیفہ نے برطانیہ کو، جو اس وقت کی سپر پاور تھا، سرکاری طور پر خلافت کے لندن میں موجود سفارتخانے میں معافی نامہ جمع کروانے پر مجبور کر دیا۔ جبکہ آج، کافر مغرب اور یہودی، کھلم کھلا، دھڑلے سے، قرآنِ پاک، جو کہ اللہ تعالیٰ کے الفاظ ہیں، کی تضحیک کرتے ہیں۔ آج دُور دُور تک کسی معافی کا کوئی نام و نشان بھی نہیں ہے کیونکہ مسلمانوں کے لئے آج وہ خلیفہ موجود نہیں ہے جو قرآن کو اپنے آئین کے طور پر لے اور جو ایسے کفار کے خلاف ریاستی سطح پر متحرک ہو جو قرآنِ پاک کی ذرا سی بھی تضحیک کریں۔

یہ تھی خلافت اور یہ تھے وہ مسلمان جو اس کے سائے تلے رہتے تھے۔ یہ تمہارے آباؤ اجداد ہیں اے مسلمانو، اور یہ ان کے اعمال ہیں۔ تم انہی کی اولاد ہو تو اس حق کی طرف قدم بڑھاؤ جس حق پر وہ قائم تھے تاکہ تم وہی عزت حاصل کر سکو جو اُن کو حاصل تھی۔

یہ قبل الآخر پکار ہے، جس میں ہم اس بات پر زور ڈالتے ہیں جس کا تذکرہ ہم پہلے بھی کر چکے ہیں کہ اللہ کے حکم سے آپ اپنے دشمنوں کو شکست دینے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ کافر استعماری ریاستیں نظر آنے میں مضبوط ہیں لیکن حقیقت میں کمزور ہیں۔ ان کے پاس جدید اسلحہ ہے لیکن مرد نہیں۔ بغیر مضبوط لوگوں کے جدید اسلحہ کمزور اثر رکھتا ہے جب سامنے والا دستہ مومنین کا ہراول دستہ ہو جو کہ شاید اسلحے میں تو کمتر ہوں لیکن لڑنے میں کہیں زیادہ قوی اور شدید۔ خلافت نے جو جنگیں لڑیں وہ اس حقیقت کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ صرف مادی اسلحے میں برتری مسلمانوں سے جنگ لڑنے کے لئے کافی نہیں ہے کیونکہ مسلمان ایک سچا اور زندہ عقیدہ رکھتے ہیں جو انہیں لڑنے کی ایسی صلاحیت دیتا ہے جس کا ادراک کرنا ان جابر حکومتوں کے لئے ممکن نہیں جو کہ امریکہ کی قیادت میں مسلمانوں سے نبرد آزما ہیں۔ بہرحال، یہ خود اپنی آنکھوں سے اس سچ کا مشاہدہ کر لیں گے جب اللہ کے اذن سے خلافت کا سورج طلوع ہو گا اور خلافت ایک کے بعد ایک کامیابی حاصل کرے گی اور ان ظالموں کو پیچھے کی طرف دھکیل دے گی یہاں تک کہ ان کے پاس کوئی زمین نہ بچے گی۔ ﴿وَلَتَعْلَمُنَّ نَبَأَهُ بَعْدَ حِينٍ﴾ "یقیناً تم اس کی حقیقت کو کچھ ہی وقت کے بعد (صحیح طور پر) جان لوگے "(ص:88)

یہ قبل الآخر پکار ہے، جس میں ہم آپ سے نصرۃ طلب کرتے ہیں تو اٹھیں اور ان لوگوں کے ساتھ شامل ہو جائیں جو آپ سے پہلے ہمیں نصرۃ دے چکے ہیں۔ ہم آپ کی طرف اپنے ہاتھ بڑھاتے ہیں تو آپ آگے بڑھیں اور ہمارے ہاتھوں کو تھام لیں اور ان با اثر شخصیات کے ساتھ شامل ہو جائیں جو پہلے سے ہی ہم سے نصرۃ دینے کا عہد کر چکی ہیں۔ کاروان چلنے کے لئے تیار ہے، قدم بڑھائیں اور ہمارے ساتھ اس سفر میں شامل ہو جائیں۔ ﴿وَيَقُولُونَ مَتَى هُوَ قُلْ عَسَى أَنْ يَكُونَ قَرِيبًا﴾ "تو آپ جواب دے دیں کہ کیا عجب کہ وہ (ساعت) قریب ہی آنے لگی ہو" (الاسراء: 51) ہم اپنی طرف، اللہ کی مدد و نصرت اور اس کے وعدے پر مطمئن ہیں۔

﴿وَيَوْمَئِذٍ يَفْرَحُ الْمُؤْمِنُونَ*بِنَصْرِ اللَّهِ يَنْصُرُ مَنْ يَشَاءُ وَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ﴾

" اس روز مسلمان شادمان ہوں گے۔ اللہ کی مدد سے، وہ جس کی چاہتا ہے مدد کرتا ہے۔ اصل غالب اور مہربان وہی ہے "(الروم:4-5)

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حزب التحریر

الجمعة الأولى من شهر رمضان 1436هـ

عید کا پیغام: ہماری افواج خلافت کے قیام کے لئے نصرۃ فراہم کر کے امت کو یکجا اور متحد کر دیں

تحریر: مصعب عمیر، پاکستان

الحمدللہ اس امت میں اتحاد و یکجہتی کی دنیا میں سب سے زیادہ مضبوط بنیاد موجود ہے، یعنی دین حق، اسلام۔ ہم دیکھتے ہیں کہ کس طرح اسلام کا عقیدہ ہمیں اللہ سبحانہ و تعالٰی اور اس کے رسول صَلَّى ٱللَّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی مکمل اطاعت کرنے کا حکم دیتا ہے جیسا کہ اللہ تعالٰی فرماتے ہیں، (يَأَيُّهَا الَّذِينَ ءَامَنُواْ ادْخُلُواْ فِي السِّلْمِ كَآفَّةً وَلاَ تَتَّبِعُواْ خُطُوَتِ الشَّيْطَنِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ -فَإِن زَلَلْتُمْ مِّن بَعْدِ مَا جَآءَتْكُمُ الْبَيِّنَتُ فَاعْلَمُواْ أَنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ) "اے ایمان والو اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کی پیروی مت کرو، یقیناً وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ اور پھر اگر تم واضح نشانیاں (محمد صَلَّى ٱللَّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اور قرآن)، جو تمہارے پاس آچکی ہیں، پلٹ جاتے ہو تو جان لو کہ اللہ سب سے طاقتور اور عقل مند ہے"(البقرۃ:209-208)۔

لہٰذا پوری دنیا میں، مشرق ہو یا مغرب، شمال ہو یا جنوب، ہم رمضان کے روزے اللہ کے اس حکم کی اطاعت میں رکھتے ہیں کہ(يأَيُّهَا الَّذِينَ ءَامَنُواْ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ) "اے ایمان والو! تم پر روزے رکھنا فرض کیا گیا جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے تاکہ تم تقویٰ اختیار کرو"(البقرۃ:183)۔ اور ہم اللہ کے اس فرمان پر لبیک کہتے ہوئے اپنے مال سے صدقہ کرتے ہیں، (الَّذِينَ يُنفِقُونَ أَمْوَلَهُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَعَلاَنِيَةً فَلَهُمْ أَجْرُهُم عِندَ رَبِّهِمْ وَلاَ خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلاَ هُمْ يَحْزَنُونَ)"جو لوگ اپنے مالوں کو رات دن چھپے کھلے خرچ کرتے ہیں ان کے لئے ان کے رب کے پاس اجر ہے اور نہ انہیں خوف ہے اور نہ غمگینی"(البقرۃ:274)۔

اور ہم سب ایک ہی قبلہ کی جانب رخ کرتے ہیں، مسجد الحرام، کعبہ، جس کی جانب منہ کر کے ہم نماز پڑھتے ہیں، چاہے وہ عید کی نماز ہو یا جمعہ کی یا تراویح ہو یا تہجد کی نماز یا اللہ کے اس حکم پر عمل کرتے ہوئے دن میں ادا کی جانے والی فرض پانچ نمازیں ہوں(فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ ٱلْمَسْجِدِ ٱلْحَرَامِ) "اب ہم آپ صَلَّى ٱللَّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کو اس قبلہ کی جانب متوجہ کریں گے جس سے آپ خوش ہو جائیں، آپ اپنا منہ مسجد حرام کی جانب پھیر دیں"(البقرۃ:144)۔ اللہ کا گھر جہاں حج اور عمرہ کے وقت ایک عجیب ہی نظارہ ہوتا ہے جب اللہ کے اس حکم پر لبیک کہتے ہوئے مختلف رنگ، زبان اور مسالک کے لوگ ایک ساتھ طواف کر رہے ہوتے ہیں، (وَأَتِمُّواْ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلَّهِ) "حج اور عمرے کو اللہ تعالٰی کے لئے پورا کرو"(البقرۃ:196)۔

اس کے علاوہ اسلام تمام مسلمانوں کو ایک امت کے طور پر متحد اور اس کی عملی شکل ریاست خلافت کے قیام کے لئے اقدامات سے بھی آگاہ کرتا ہے جو دنیا کی سب سے طاقتور ریاست اور امت ہو، جس کی ایک ہی عظیم فوج ہوتی ہے، ایک ہی ریاستی خزانہ ہوتا ہے، جس میں ہمیں تقسیم کرنے کے لئے کوئی سرحدیں نہیں ہوتیں اور سب مسلمانوں کی ایک ہی شہریت ہوتی ہے۔ لیکن آج بغیر خلافت کے ہم نسل پرستی اور فرقہ واریت کی آگ میں جل کر تقسیم ہو رہے ہیں۔ 1342 ہجری بمطابق 1924 عیسوی میں خلافت کے خاتمہ کے وقت سے ہم پچاس سے زائد ریاستوں میں تقسیم کر دیے گئے ہیں۔ ان ریاستوں میں سے کچھ کی آبادی کسی شہر سے بھی کم ہے اور جن کی افواج محض ان ممالک کے حکمرانوں کو وہاں کے عوام کے غیض و غضب سے بچانے کے لئے باڈی گارڈ کا کام کرتی نظر آتی ہیں۔ اس تقسیم کو مزید گہرا اور تباہی بربادی کی داستان کو مزید طویل کرنے کے لئے کفار نے ہمارے درمیان فرقہ واریت کی آگ بھڑکائی، ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان کے خلاف کھڑا کر دیا اور اس پر انہوں نے اطمینان، راحت اور خوشی منائی۔

ہماری تقسیم نے ہمیں اس حد تک کمزور کر دیا ہے کہ عیسائی، یہودی اور ہندو مشرکین میں سے مسلمانوں کے دشمن ہم پر ایسے ٹوٹے پڑے ہیں جیسے بھوکے کھانے پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔ ہماری زمینوں پر حملے ہوئے، ان پر قبضہ کیا گیا، ہمارے دشمنوں نے ہمارا خون بہایا اور ہم دنیا بھر میں اپنے مُردوں کی گنتی ہی کرتے رہے، اور ہماری خواتین کی عزتوں کو ہمارے دشمنوں نے تار تار کیا اور وہ اس داغ کو لیے اپنے چہرے چھپاتی پھرتی ہیں۔ ہم پر تو ان لوگوں نے بھی حملہ کیا جو اس امت کے وسائل کے مقابلے میں انتہائی کم وسائل رکھتے ہیں جیسا کہ میانمار (برما)، جو آج بھی روہنگیا مسلمانوں پر ظلم اور انہیں قتل کر رہے ہیں۔ جہاں تک بے شرم مسلم حکمرانوں کا تعلق ہے تو وہ ہماری افواج کے پیروں میں بیڑیاں ڈال دیتے ہیں تاکہ وہ اپنی بیرکوں سے باہر ہی نہ نکل سکیں جب کفار ہم پر حملہ آور ہوتے ہیں، اور وہ انہیں صرف اس وقت ہی آزاد کرتے ہیں جب ہماری ہی زمینوں پر کفار کے مفادات کے حصول کو یقینی بنانا ہوتا ہے۔

اتحاد و یکجہتی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی جانب سے فرض ہے اور تفرقہ و تقسیم ایک بڑا گناہ ہے جس پر اللہ تعالیٰ سزا دیتے ہیں۔ اللہ کی کتاب قرآن عظیم جو لیلۃ القدر کی رات نازل کی گئی، میں اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ایک قوم قرار دیتے ہیں اور ہمیں یکجا ہو کر ایک قوم بننے کا حکم دیتے ہیں، (يَأَيُّهَا الَّذِينَ ءَامَنُواْ اتَّقُواْ اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلاَ تَمُوتُنَّ إِلاَّ وَأَنتُم مُّسْلِمُونَ - وَاعْتَصِمُواْ بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعاً وَلاَ تَفَرَّقُواْ) "اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے اتنا ڈرو جتنا اس سے ڈرنا چاہیے اور دیکھو مرتے دم تک مسلمان رہنا۔ اللہ تعالیٰ کی رسی کو سب مل کر مضبوطی سے تھام لو اور پھوٹ نہ ڈالو"(آل عمران:103-102)۔ اور اسی آیت میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اتحاد کی نعمت اور پھوٹ پڑنے کے نقصانات کے متعلق بھی بتایا ہے، (وَاذْكُرُواْ نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنتُم أَعْدَآءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُم بِنِعْمَتِهِ إِخْوَاناً وَكُنتُمْ عَلَى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَأَنقَذَكُمْ مِّنْهَا كَذلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ ءَايَتِهِ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ) "اور اللہ تعالیٰ کی اس وقت کی نعمت کو یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی پس تم اس کی مہربانی سے بھائی بھائی ہو گئے اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پہنچ چکے تھے تو اس نے تمہیں بچالیا۔ اللہ تعالیٰ اسی طرح تمہارے لیے اپنی نشانیاں بیان کرتا ہے تاکہ تم ہدایت پاؤ"(آل عمران:103)۔

مسلمانوں یاد کرو کہ یہ آیت انصار یعنی اوس و خزرج کے متعلق نازل ہوئی تھی جو اسلام لانے سے قبل ایک دوسرے کے خلاف حالت جنگ میں تھے اور ایک دوسرے سے شدید نفرت کرتے تھے، لیکن اسلام نے انہیں ایک لڑی میں پرو دیا۔ اور رسول اللہ ﷺ نے جنگ حنین کے دوران انصار کو یاد دلایا کہ:((يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ أَلَمْ أَجِدْكُمْ ضُلَّالًا فَهَدَاكُمُ اللَّهُ بِي، وَكُنْتُمْ مُتَفَرِّقِينَ فَأَلَّفَكُمُ اللَّهُ بِي، وَعَالَةً فَأَغْنَاكُمُ اللَّهُ))"اے انصار! کیا میں نے تمہیں گمراہی کی حالت میں نہیں دیکھا تھا اور پھر اللہ نے تمہیں میری وجہ سے ہدایت نصیب فرمائی؟ کیا تم اس سے قبل فرقہ فرقہ نہ تھے اور اللہ نے تمہیں میرے گرد یکجا کر دیا؟ کیا تم غریب نہ تھے اور اللہ نے تمہیں میری وجہ سے امیر کر دیا؟"(بخاری)۔ رسول اللہ ﷺ نے جب بھی ان سے سوال کیا اُنہوں نے جواب میں کہا کہ: اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمَنُّ "یقیناً اللہ اور اس کے رسول نے ہمیں نوازا"۔ ہاں، یقیناً انصار کو ان کے اسلام لانے کی بنا پر نوازا گیا کیونکہ انہوں نے مخلص مسلمان ہونے کے ناطے اسلام کو ایک ریاست و اقتدار کی شکل میں نافذ کرنے کے لئے نصرۃ فراہم کی جس نے انہیں عملی طور پر یکجا اور طاقتور کر دیا۔

اگر ہم آج اپنی صورتحال پر غور کریں تو کیا یہ انصار کی صورتحال کی طرح نہیں ہے؟ قبائلی علاقوں کے مسلمان اور ہماری افواج ایک تباہ کن فتنے کی جنگ میں الجھ گئے ہیں جبکہ امریکہ آرام سے افغانستان پر قبضہ کیے بیٹھا ہے جو کٹھ پتلی اشرف غنی کا آقا ہے۔ کیا دشمن ہمارے درمیان دشمنی پیدا کرنے میں کامیاب نہیں ہوگیا کہ ریمنڈ ڈیوس نیٹ ورک بہت آرام سے ہمارے درمیان موجود بے وقوف لوگوں کو ہماری ہی افواج کے خلاف حملے کرنے کے لئے بھرتی کرتا ہے؟ لہٰذا ہم ایک دوسرے کی دشمنی کی آگ میں جل رہے ہیں جس میں ہمارے ہی ایک لاکھ پچاس ہزار شہری اور فوجی مارے جاچکے ہیں جبکہ ہماری معیشت کو اربوں ڈالرز کا نقصان ہو چکا ہے۔ اور یہ سب کچھ اس وقت ہو رہا ہے جب ہمارا دین ہمیں اس بات پر مجبور کرتا ہے کہ ہم مسلم افواج کو قابض صلیبیوں اور ظالم ہندو کے خلاف یکجا کریں۔

اور اے مسلمانو! دیکھو کیا اتحاد و یکجہتی کے فوائد کے حصول کے لئے ایک راہ پر چلنا انصار کی راہ پر چلنے کی طرح نہیں ہے؟ انصار اہل قوت اور بچاؤ کی طاقت رکھنے والے لوگ تھے جنہوں نے دوسری بیعت عقبہ ثانی میں رسول اللہ ﷺ کو مادی مدد، نصرۃ فراہم کی اور اس طرح اسلام کے ایک ریاست و حکمرانی کی شکل میں نفاذ کو یقینی بنا دیا۔ وہ اس راہ پر چلتے رہے جس کا اختتام انتہائی شاندار تھا، یعنی کہ ایک اسلامی ریاست جس کا ایک امام تھا جو جنگوں میں ان کی قیادت کرتا تھا اور جس کے پیچھے وہ یکجا ہوئے اور اپنے تحفظ کو یقینی بنایا۔ کیا آج کے اہل قوت، ہماری افواج پر لازم نہیں کہ وہ خلافت کی شکل میں اسلام کے نفاذ کے لئے نصرۃ فراہم کریں؟ یقیناً یہ ان پر لازم ہے اور یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم انہیں ان کی ذمہ داری یاد دلائیں پوری طاقت اور تیزی کے ساتھ تاکہ وہ اپنی ذمہ داری ادا کریں جب ہمیں اس کی سب سے زیادہ ضرورت ہے۔

اتحاد و یکجہتی کی راہ ہمارے لئے جانی پہچانی ہے اور وہ ہے نصرۃ، خلافت کی واپسی کے لئے۔ اس کے علاوہ نصرۃ کی فراہمی ہمارے افواج کی ذمہ داری ہے کیونکہ وہی وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے یہ صلاحیت بخشی ہے کہ وہ اس راہ پر چلتے ہوئے اس کے شاندار اختتام پر پہنچ جائیں، یعنی خلافت جس کے گرد ایک بار پھر مسلمان یکجا ہوں گے۔ یہ جان لیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کفر کی حکمرانی کا خاتمہ ان لوگوں سے مادی مدد لے کر کیا جن کے پاس مادی قوت موجود تھی۔

بقیہ صفحہ 28 پر

کیا مذہب کی بنیاد پر قائم اسلامی ریاست غیر مسلموں کو پُر اطمینان زندگی کی ضمانت دے سکتی ہے

تحریر: ڈاکٹر افتخار

15 مارچ کو لاہور کی عیسائی بستی یوحنا آباد میں گرجا گھر کے گیٹ پر بم حملہ ہوا جس میں کم سے کم 15 افراد ہلاک اور درجنوں لوگ زخمی ہوگئے۔ ایک مجہول الحال جماعت الاحرار کی طرف سے یوحنا آباد کے علاقے میں ہونے والے دھماکوں کی ذمہ داری قبول کی گئی۔ جس کے بعد عیسائیوں کی طرف سے تشدد اور خونریزی پر مبنی کاروائیوں کا ایک سلسلہ شروع ہوا، دو مسلمانوں کو زندہ جلادیا گیا۔ بسوں، گاڑیوں، دوکانوں کی توڑ پھوڑ کی گئی۔ اور اس تمام تر ہنگامے میں مزید ہلاکتیں ہوئیں اور سو کے قریب افراد زخمی ہوگئے۔ یوحنا آباد میں ہونے والا یہ واقعہ کچھ لحاظ سے معمول کا واقعہ ہے اور اس کے کچھ پہلو غیر معمولی ہیں۔

معمول کے مطابق میڈیا نے جس گروہ کی طرف سے حملہ کی ذمہ داری قبول کرنے کی خبر نشر کی اس کے ایک اسلامی گروہ ہونے کا تاثر ابھرتا ہے۔ اور یہ بھی معمول کا امر تھا کہ یہ حملہ کسی ایسی جگہ یا لوگوں پر نہیں ہوا جس سے امریکہ کے مفادات کو براہِ راست نقصان پہنچے بلکہ ایسے لوگوں کو نشانہ بنایا گیا کہ جو بے گناہ ہیں اور جن کا خطے میں استعماری طاقتوں کے پھیلائے ہوئے نیٹ ورک سے کوئی تعلق نہیں۔ پس ہم دیکھتے ہیں کہ ایسے حملوں میں پاکستان میں موجود بلیک واٹر کے اڈے، امریکی سفارت خانے، امریکہ کے جاسوس کارندے اور امریکہ کے ایجنٹ تو محفوظ رہتے ہیں مگر نشانہ عبادت گاہیں اور بازار بنتے ہیں۔ ٹارگٹ کلنگ علماء کی کی جاتی ہے جبکہ وہ لوگ جن کی زبانیں دن رات اسلام کی بنیادوں پر ضربیں لگارہی ہیں محفوظ و مامون رہتے ہیں۔ جو اس بات کا ثبوت ہے کہ ایسی کاروائیوں کے منصوبہ ساز اصل میں استعماری کفار بذاتِ خود ہیں، اس کے پیچھے وہ ریمنڈ ڈیوس نیٹ ورک ہے جو کہ امریکہ کی طرف سے خطے میں جنگ شروع کرنے کے بعد ہمارے حکمرانوں کی آشیر باد سے پاکستان کے طول و عرض میں قائم کیا گیا۔

اور یہ بھی معمول کے مطابق تھا کہ اس تمام تر صورتِ حال کے دوران حکومت ہاتھ پر ہاتھ دھرے پر تشدد کاروائیوں کو دیکھتی رہی اور وہ لوگ جو کہ توڑ پھوڑ کر رہے تھے اور مسلمانوں کو زندہ جلا رہے تھے ان کے بچانے کے لیے حرکت میں نہیں آئی۔ رینجرز کو اس وقت بلایا گیا جب اس بات کا اطمینان ہو گیا کہ اتنا فساد ہو گیا ہے کہ جو ان اہداف کو پورا کرسکے جو استعماری کفار پاکستان میں اس طرح کے واقعات سے حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ جبکہ یہی حکومت ریاستی رِٹ کی پامالی کو روکنے کے نام پر قبائلی علاقوں میں مسلمانوں پر جنگی جہازوں کے ذریعے بے دریغ بمباری کرتی نظر آتی ہے۔ اس رِٹ کو بحال کرنے کے نام پر پچھلے کئی سالوں کے دوران ہزاروں فوجی اور سولین قربان کیے جا چکے ہیں لیکن سانحہ یوحنا آباد کے بعد عیسائیوں کی طرف سے ریاستی رِٹ کی پامالی پر حکومت کا خاموش تماشائی بنے رہنا اس بات کو واضح کرتا ہے حکومت کے نزدیک اصل اہمیت ریاستی رِٹ کو برقرار رکھنا نہیں بلکہ خطے میں امریکہ کے مفادات کا تحفظ کرنا ہے، خواہ اس کے لیے اپنے ہی شہریوں کو پکڑ پکڑ کر امریکہ کے حوالے کرنا پڑے یا ملکی معشیت کو 100 ارب ڈالر سے بھی زیادہ کا نقصان برداشت کرنا پڑے۔ اور یہی وجہ ہے کہ پاکستان کے حکمرانوں کو رِٹ کی یہ پامالی اس وقت نظر نہیں آتی جب امریکہ قبائلی علاقوں میں ڈرون حملے کرتا ہے یا پھر سلالہ چیک پوسٹ پر حملہ کر کے پاکستانی فوجیوں کو نشانہ بناتا ہے۔

جہاں تک اس سانحے کے غیر معمولی پہلو کا تعلق ہے تو واقعے کے بعد عیسائیوں کا ردِ عمل ماضی کے مقابلے میں کہیں زیادہ شدید اور منظم تھا۔ ان کی طرف سے پولیس سپاہیوں کو یرغمال بنایا گیا۔ عیسائیوں کی طرف سے پر تشدد کاوائیوں کے بعد یوحنا آباد کے ارد گرد خوف کی فضا قائم تھی، علاقے کی تمام دوکانیں بند تھیں، فیروز پور روڈ پر ٹریفک انتہائی معمولی تھی۔ عیسائیوں کی طرف سے درجنوں شہروں میں بیک وقت مظاہرے کیے گئے۔ پریس کلب کے باہر مختلف عیسائی تنظیموں نے مظاہرے کئے، کرسچن لائرز فورم کے زیر اہتمام جی پی او چوک پر وکلا نے احتجاج کیا۔ گویا یہ ایک فل شو آف فورس تھا جو کہ عیسائی تنظیموں کی طرف سے کیا گیا۔

اس سانحے کا ایک اور غیر معمولی پہلو یہ تھا کہ اس سانحے کے نتیجے میں مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان نفرت کا کھلا اظہار دیکھنے میں آیا۔ فیس بک اور دیگر سوشل میڈیا پر یہ اظہار نمایاں تھا۔ حالانکہ پاکستان میں مسلمانوں اور غیر مسلموں کے درمیان ایسی فضاء موجود نہیں ہے۔ اور پاکستان میں بسنے والے عام عیسائی مسلمانوں سے کوئی خطرہ محسوس نہیں کرتے

ہیں اور دفاتر، گلی محلوں اور بازاروں میں مسلمانوں اور عیسائیوں کا میل ملاپ اور کاروباری سرگرمی معمول کی چیز ہے۔

جہاں تک سانحہ یوحنا آباد جیسے واقعات کے پس مقاصد کا تعلق ہے تو ہم دیکھ سکتے ہیں کہ ایسے واقعات کے ذریعے پاکستان کے لوگوں کی تقسیم در تقسیم کا عمل کیا جارہا ہے۔ ایک طرف لوگوں کو مسلک کی بنیاد پر لڑانے کی کوشش کی جارہی ہے ۔ چنانچہ مساجد ، امام بارگاہوں اور مذہبی جلسے جلوسوں پر منصوبہ بندی سے حملے کروائے جارہے ہیں۔ دوسری طرف پاکستان کے نظام اور حکمرانوں نے کراچی اور سندھ میں لسانی تقسیم کو آشیر باد فراہم کر رکھی ہے۔ اور اب مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیاں خلیج پیدا کی جارہی ہے۔ یہ تقسیم براہِ راست استعماری کفار کے مفاد میں ہے۔ پاکستان میں chaos کی فضاء کو برقرار رکھ کر اور جگہ جگہ فتنے کی آگ کو سلگا کر امریکہ خطے میں اپنی موجودگی سے پاکستان کے مسلمانوں کی توجہ کو ہٹاتا ہے۔ یہ chaos اس چیز کے لیے بھی فائدہ مند ہے کہ پاکستان کو اندرونی مسائل میں الجھائے رکھا جائے جبکہ خطے میں امریکہ کا نیا اتحادی بھارت نریندر مودی کی قیادت میں علاقائی سطح پر اپنے اثر و رسوخ کو پھیلا سکے اور پاکستان بھارت کے ان عزائم کے رستے میں رکاوٹ نہ ہو۔ پاکستان کی افواج کی توجہ بھی داخلی مسائل پر مرکوز ہو اور بھارت کو اپنی مغربی سرحد کی طرف سے اطمینان حاصل ہو جائے۔

سانحہ یوحنا آباد جیسے واقعات اس تاثر کو مضبوط کرنے میں بھی مددگار ہیں کہ نام نہاد دہشت گردی پاکستان کا حقیقی داخلی مسئلہ ہے۔ اور اس کا خطے میں امریکہ کے آنے ، افغانستان میں اس کی افواج کی موجودگی اور اسلام کے خلاف جنگ–خطے میں جاری جنگ کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ پاکستان میں حقیقتاً ایسے لوگ موجود ہیں کہ جو مذہبی جنونیت میں مبتلا ہیں اور اسلام کے نام پر لوگوں کو قتل کرتے ہیں۔ ان کے ساتھ آہنی ہاتھوں سے نبٹنا ہو گا اور اگر ان کے خلاف فوجی اقدامات بھی کرنا پڑے تو یہ درست اقدام ہے۔ چنانچہ ایسے واقعات حکومت کو یہ جواز مہیا کرتے ہیں کہ وہ فوجی آپریشن کرے، جبکہ ان فوجی آپریشنوں کا ہدف در حقیقت وہ لوگ ہوتے ہیں جو افغانستان میں امریکہ کے قبضے کے خلاف جہاد کر رہے ہیں۔

پچھلے کچھ سالوں سے سانحہ یوحنا آباد جیسے واقعات کا تسلسل اور اس کے نتیجے میں جنم لینے والے ردِ عمل کے ذریعے پاکستان کے اندر غیر مسلم آبادی کو منظم کیا جارہا ہے اور ان کے وزن میں اضافہ کیا جارہا ہے۔ یہ کام پچھلے کچھ سالوں سے تسلسل سے جاری ہے۔ پاکستان کے تعلیمی اداروں کو دوبارہ مشنریوں کے حوالے کیا جا چکا ہے۔ حالانکہ یہ ماضی کے مشنری ادارے ہی تھے کہ جنہوں نے مسلمانوں کے اندر تفریق پیدا کرنے اور مسلمانوں کو آپس میں لڑانے میں کلیدی کردار ادا کیا تھا۔ اس کی کچھ تفصیل ہم آگے بیان کریں گے۔ غیر مسلموں کے مذہبی دعوتی بینر اور بل بورڈ اب نمایاں طور پر نظر آنے لگے ہیں۔ دوسری طرف میڈیا پر غیر مسلم رہنماؤں کو یہ موقع فراہم کیا جا رہا ہے کہ وہ کھلم کھلا ریاست کی بنیادوں ، طرزِ حکمرانی ، نظاموں کی نوعیت کے متعلق بات کریں اور کرپٹ افکار کی ترویج کریں۔ جبکہ اسلام کی رُو سے انہیں یہ حق تو حاصل ہے کہ وہ اپنے اوپر اسلام کے نفاذ اور حقوق کی فراہمی کے متعلق بات کر سکیں اور اس معاملے میں ان پر اگر ظلم ہو رہا ہے تو وہ بلا روک ٹوک اس کا اظہار کر سکتے ہیں۔ مگر اسلام غیر مسلموں کو ہرگز اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ وہ اس بات پر رائے زنی کریں کہ اسلامی ریاست کن بنیادوں پر استوار ہونی چاہئے ، چہ جائیکہ وہ بے دھڑک یہ بات کہیں کہ ریاست کی بنیاد سیکولر ہونی چاہئے۔

سانحہ یوحنا آباد جیسے واقعات اس تاثر کو بھی مضبوط کرتے ہیں کہ نام نہاد مسلم انتہاء پسندی سے غیر مسلموں کے حقوق اور تحفظ کو خطرہ لاحق ہے۔ اس سلسلے میں داعش کی مثال دی جاتی ہے کہ داعش عراق کے اندر غیر مسلموں کا قتلِ عام کر رہی ہے ۔ داعش کے ان جاہلانہ اور بے بصیرتی پر مبنی اقدامات کو مغربی میڈیا خوب ہوا دے رہا ہے ۔ اور بالآخر تان اس بات پر آ کر ٹوٹتی ہے کہ مذہبی قوانین کی بنیاد پر ریاست کو نہیں چلایا جا سکتا۔ مغرب نواز لبرل لوگ ایسے واقعات کو مثال کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ اور یہ سوال کیا جاتا ہے کہ آخر آپ اپنے مذہب کے قوانین کو کیسے غیر مذہب کے لوگوں پر مسلط کر سکتے ہیں۔ اور اگر اقتدار ایسے لوگوں کے ہاتھ میں آ گیا جو اسلام کو ریاستی سطح پر نافذ کرنا چاہتے ہیں تو وہ تو غیر مسلموں کا جینا دوبھر کر دیں گے۔ لہٰذا آج اکیسویں صدی کے جدید دور اور روشن خیالی کے عہد میں سیکولرازم ہی ریاست کی بنیاد کے طور پر درست ہے۔ اس دور میں مذہب کی بنیاد پر ریاست کو استوار کرنا معاشرے کے تمام گروہوں اور مختلف نقطہ ہائے نظر رکھنے والے لوگوں کو اطمینان اور مسرت و شادمانی کی زندگی فراہم نہیں کر سکتا۔

یہاں ہم قارئین کو یہ یاد دلاتے چلیں کہ ماضی میں مسلم علاقوں میں بسنے والے لوگوں کے درمیان استعماری کفار کے بھڑکائے ہوئے فتنے و فسادنے جو بھیانک نتائج پیدا کیے، اس کا خمیازہ آج بھی امتِ مسلمہ بھگت رہی ہے۔ تاریخ میں پہلی Humantarian intervention مسلم علاقوں

میں عیسائیوں کے قتل کو روکنے کے بہانے کی گئی تھی۔ ہم اس کا پس منظر اور تفصیل یہاں بیان کریں گے تاکہ قارئین کے سامنے کفار کی ان سازشوں کی سنگینی کو عیاں کر سکیں۔ ہم سب لبنان کے نام سے واقف ہیں، جو کہ شام کی بغل میں واقع ایک چھوٹا سا ملک ہے اور در حقیقت یہ اس بلاد الشام کی بابرکت اسلامی سرزمین کا ہی ایک حصہ ہے جس کے متعلق رسول اللہ ﷺ کی کئی احادیث موجود ہیں۔ لبنان کا سیاسی سیٹ اَپ کچھ اس طرح سے ہے کہ لبنان کے دستور میں یہ بات طے ہے کہ ملک کا صدر ایک عیسائی ہو گا ،جبکہ وزیر اعظم ایک مسلمان ہو گا۔ اور پارلیمنٹ میں عیسائیوں اور مسلمانوں کو برابر کی نمائندگی حاصل ہو گی۔ مسلمان وزیر اعظم کا چناؤ عیسائی صدر پارلیمنٹ کی مشاورت سے کرتا ہے۔ لبنان میں رائج اس سیاسی سیٹ اَپ کی جڑیں ان خونی فسادات میں پیوست ہیں جو خلافتِ عثمانیہ کے دور میں اس علاقے میں مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان رونما ہوئے۔ فسادات کی آگ کس طرح بھڑکائی گئی اسے سمجھنے کے لیے ہمیں صلیبی جنگوں کے پسِ منظر پر نظر ڈالنا ہو گی۔

صلیبی جنگوں میں جب عیسائیوں کا مسلمانوں سے مقابلہ ہوا تو عیسائی دو اہم امور پر انحصار کر رہے تھے کہ جن کے ذریعے وہ یہ گمان کیے بیٹھے کہ اب وہ مسلمانوں اور اسلام کا ہمیشہ کیلئے کام تمام کرنے والے ہیں۔ اُن کا پہلا اعتماد اس بات پر تھا کہ عالمِ اسلام میں بالخصوص شام میں کثیر تعداد میں عیسائی آباد تھے جو اپنے دین پر قائم تھے، مغربی ممالک کو یہ بھروسہ تھا کہ ریاستِ اسلامی کے عیسائی اُن کے بھائی ہیں چنانچہ وہ اپنے اوپر قائم مسلمان حکمرانوں سے بغاوت کرینگے اور مغربی ممالک کیلئے جاسوسی بھی کرینگے کیونکہ یورپی ممالک صلیبی جنگیں مذہبی جذبات کو بھڑکا کر لڑ رہے تھے۔ دوسرا امر جس پر وہ اعتماد کر رہے تھے وہ ان کی افواج کی کثرت اور طاقت میں برتری تھی۔ جبکہ مسلمان تنزل اور آپسی انتشار کا شکار تھے اور ان کا وجود ٹوٹ پھوٹ سے دوچار تھا۔ اس بناء پر عیسائیوں نے یہ امید باندھ رکھی تھی کہ اُنہیں اس مہم میں شکست دے دی جائے تو پھر مسلمان کبھی اُن سے مقابلہ نہ کر پائینگے اور مسلمانوں اور اسلام پر قابو پا نا آسان ہو جائیگا۔

لیکن صلیبیوں کی امیدیں اور خواب پورے نہ ہو سکے۔ اُنہیں اس وقت شدید حیرت ہوئی جب دورانِ جنگ اُنہوں نے دیکھا کہ عرب میں بسنے والے عیسائی مسلمانوں کے کندھے سے کندھا ملا کر صلیبیوں کے خلاف لڑ رہے ہیں اور اُن پر صلیبیوں کی پکار کا اثر نہیں ہوا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ عیسائی مسلمانوں کے ساتھ دار الاسلام میں رہتے تھے اور اُن پر بھی وہی اسلامی احکام و قوانین نافذ ہوا کرتے تھے جو مسلمانوں کے لئے ہوتے تھے۔ اسلامی ریاست میں بسنے والے اِن عیسائیوں کے حقوق و فرائض بھی وہی تھے جو مسلمانوں کے تھے۔ مسلمان اُن کے ساتھ کھانا کھاتے تھے، عیسائی لڑکیوں سے شادیاں کرتے تھے۔ زندگی کے میدان میں مسلمان و عیسائی اکٹھے تھے کیونکہ اسلام نے غیر مسلموں کے تمام حقوق کی ضمانت دی ہے اور مسلمان خلفاء اور حکام نے ہمیشہ اس کی پاسداری کی تھی، اور اسلامی ریاست میں اسی پر عمل ہوتا تھا۔ دوسری طرف ان کی امیدوں کے برخلاف دوسرا امر بھی پورا نہ ہوا، یعنی اگر مسلمانوں کو ایک لڑائی میں شکست دے دی جائے تو پھر مسلمان کبھی اُن سے مقابلہ نہ کر پائینگے اور مسلمانوں اور اسلام پر قابو پا نا آسان ہو جائیگا۔ ابتداء میں صلیبی عیسائیوں نے مسلمانوں کو بری شکست دی تھی اور شام پر قابض ہو گئے اور اپنی فتح کے بعد انہوں نے مسلمانوں پر بہت مظالم ڈھائے تھے۔ لیکن مسلمان دشمن کو اپنے علاقوں سے نکال باہر کرنے میں جُت گئے۔ لہٰذا باوجود یہ کہ صلیبی وہاں تقریباً دو سو سال تک قابض رہے اور انہوں نے شام میں اپنی حکومتیں اور صوبے قائم کر لئے تھے، لیکن مسلمان بالآخر اُن کو وہاں سے نکال باہر کرنے میں کامیاب ہو گئے اور صلیبیوں پر غالب آ گئے۔

جب کفار کو صلیبی جنگوں میں شکست ہوئی تو اس تحقیق میں لگے کہ مسلمانوں کی قوت کا راز کیا ہے؟ اور اس نتیجے پر پہنچے کہ یہ راز اسلام کے احکامات کا نفاذ اور مسلمانوں کا اپنے عقیدہ اسلام پر پکا یقین ہے۔ اور اسلام کے عادلانہ قوانین نے ہی اسلامی سرزمین کی مسلم اور غیر مسلم آبادی کو ایک ہی لڑی میں پرو رکھا ہے۔ چنانچہ استعماری کفار نے عالمِ اسلام پر حملہ کرنے کی حکمتِ عملی پر غور و خوض کیا اور اس نتیجے پر پہنچے کہ دو کام کرنے کی ضرورت ہے : اول مسلمانوں کے دلوں میں اسلام کے احکامات کے عملی ہونے کے متعلق شکوک پیدا کر دیئے جائیں، اُن کے عقیدہ کو متزلزل کر دیا جائے۔ دوم: مسلم اور غیر مسلم رعایا کے رشتے کو کاٹا جائے اور ان کے درمیان خلیج پیدا کی جائے۔ چنانچہ انہوں نے مسلمانوں کے علاقوں میں مشنریوں کو بھیجنا شروع کیا، ان مشنریوں نے اسلامی سرزمین پر مختلف ادارے اور انجمنیں قائم کیں جنہوں نے مسلمانوں اور غیر مسلموں کو recruit کرنا شروع کیا۔ چنانچہ سائنس اور ٹیکنالوجی کی ترویج کی آڑ میں ان مشنری اداروں نے مسلمانوں کے درمیان انسانی حقوق، آزادی اظہار، مرد و عورت کی مساوات جیسے غیر اسلامی افکار پھیلانے شروع کیے اور اسلام پر تہمت لگانا شروع کی تاکہ اسلام کے افکار اور احکامات

پر مسلمانوں کے ایمان کو متزلزل کیا جائے، اور یہ عمل آج بھی جاری ہے۔ دوسری طرف ان مشنریوں نے مسلمانوں کے درمیان قومیت کا بیج بویا۔ اُنہوں نے ترکوں کو اُن کے ترک ہونے کا نعرہ دیا تاکہ نسلی جذبات کو ہوا ملے اور عربوں کے اندر یہ احساس پیدا کیا کہ وہ ترکوں کے محکوم ہیں اور ان سے آزادی حاصل کر کے ہی بہتر مقام حاصل کر سکتے ہیں اور خلافت تو دراصل عربوں کا حق ہے جسے ترکوں نے غصب کر رکھا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے اسلامی علاقوں میں بسنے والے مختلف فرقوں کے درمیان خلیج پیدا کی۔ اور اس کے لیے لبنان اور شام کے اندر بسنے والے والی آبادی کو استعمال کیا۔ اس وقت بلادِ شام میں مسلمانوں کے علاوہ دو گروہ آباد تھے۔ ایک مارونی عیسائی Maronites اور دوسرے دروز Druze۔ یہ لوگ صدیوں سے وہاں باہم مل کر رہ رہے تھے اور ان کے درمیان کوئی مسئلہ موجود نہ تھا۔ لیکن مشنریوں نے ان لوگوں کو آزادیِ مذہب کے نام پر اکسایا اور مسلمانوں، عیسائیوں اور دروزوں میں ایسی مذہبی رسوموں کی ترویج کی جو ان کے عقائد سے متعلق تھیں۔ اس وقت شام پر مصر کے حاکم ابراہیم پاشا کی حکمرانی تھی، اور مصر اور خلافتِ عثمانیہ کے درمیان آویزش کی صورتِ حال تھی۔ 1840ء میں جب ابراہیم پاشا کو خلافتِ عثمانیہ کے مقابلے میں شام سے پسپائی اختیار کرنا پڑی تو شام کے حالات خراب ہو گئے، جس کا فائدہ بیرونی نمائندوں اور خاص طور پر مشنریوں نے جم کر اُٹھایا۔ اور چونکہ ریاستِ عثمانیہ کا اثر ورسوخ شام میں کمزور ہو چکا تھا تو اس موقع کو غنیمت جان کر استعماری طاقتوں نے فتنے کی آگ خوب بھڑکائی گئی اور 1841ء کے شروع تک یہ آگ اتنی بھڑکی کہ لبنان کے علاقے میں عیسائیوں اور دروزوں کے درمیان فسادات ہونے لگے۔ دروز زمیندار تھے جبکہ عیسائی ان کی زمینوں پر کاشت کاری کیا کرتے تھے۔ اس تنازعہ میں برطانیہ اور فرانس پیش پیش تھے۔ برطانیہ اس تنازعہ میں دروزوں کی طرفداری کر رہا تھا جب کہ مارونی عیسائیوں (Maronites) کو فرانس کی حمایت حاصل تھی۔ پس جہاں پر بھی حکومتی عہدیدار اس پر قابو پانے کی کوشش کرتے، تو یہ ملک وہاں فتنے کی آگ کو ہوا دیتے تاکہ اس پر قابو پانے کی کوئی کوشش کامیاب نہ ہو سکے۔ ان دونوں ممالک نے اس فتنے کو زیادہ سے زیادہ ہوا دینے کی کوششیں کی تاکہ اس کی آڑ میں وہ لبنان کے اندرونی معاملات میں مداخلت کر سکیں۔ چنانچہ انہوں خلافتِ عثمانیہ پر دباؤ ڈالا کہ وہ لبنان میں ان فرقوں کیلئے علیحدہ علیحدہ نظام اور الگ الگ حاکم مقرر کرے۔ یوں اسلامی ریاست میں غیر مسلموں پر شریعت کی بجائے دیگر نظاموں کے نفاذ کا آغاز ہوا۔ تاہم یہ انتظام کامیاب نہ ہوا کیونکہ یہ نظام فطری نہ تھا۔

چنانچہ 1845ء میں دوبارہ فسادات کی آگ بھڑکی جس کے نتیجے میں ہولناک تباہیاں ہوئیں، جن میں کلیساؤں اور خانقاہوں کو بھی نہیں بخشا گیا، لوگ قتل ہوئے، املاک تباہ ہوئیں، مال و اسباب لوٹا گیا۔ عثمانی حکومت کو فتنے پر قابو پانے کیلئے اپنے مخصوص نمائندے کو مطلق اختیارات کے ساتھ بھیجنا پڑا۔ لیکن وہ شدّت میں معمولی تخفیف سے بڑھ کر کچھ نہ کر سکا۔

ادھر مشنریوں کی سرگرمیاں بڑھتی جارہی تھیں اور 1857ء میں مارونی عیسائیوں نے مسلح جدوجہد اور بغاوت کی آواز لگانا شروع کر دی۔ مارونی فرقے کے پادریوں نے مارونی مزارعوں کو زمینداروں کے خلاف بھڑکایا اور شمالی لبنان میں زمینداروں پر نہایت پر تشدّد حملے ہوئے، اور وہاں بغاوت کی حالت پیدا ہو گئی جس نے پھیل کر جنوبی لبنان کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیا، جہاں عیسائی مزارع دروز زمینداروں کے خلاف کھڑے ہو گئے۔ یوں فتنے کی آگ پھیلتی گئی یہاں تک کہ پورے کا پورا لبنان اس آگ میں جلنے لگا۔ دروز بلا تفریق عیسائیوں کو قتل کر رہے تھے، خواہ یہ پادری ہوں یا عام عیسائی۔ فسادات اس قدر پُر تشدد تھے کہ اس میں ہزاروں عام عیسائی قتل اور بے گھر ہو گئے۔ بالآخر ان فسادات نے پورے بلادِ شام کو اپنی لپیٹ میں لے لیا جہاں عیسائیوں اور مسلمانوں کے درمیان بھی حالات انتہائی کشیدہ ہو گئے۔ مسلمانوں نے جولائی 1860ء میں عیسائی علاقے پر خوں ریز حملہ کیا اور بڑے پیمانے پر لوگ قتل ہوئے، ساتھ ساتھ تخریب کاری اور لوٹ مار کی وارداتیں بھی رونما ہوئیں، یہاں تک کہ اس خوں ریزی کو روکنے کے لیے ریاست کو فوجی قوت استعمال کرنا پڑی۔

اب مغربی ممالک نے اندازہ لگایا کہ یہی وہ چیز ہے جسے بہانہ بنا کر وہ شام میں داخل ہو سکتے ہیں، چنانچہ اُنہوں نے اپنے جنگی بیڑے شام کے ساحل پر بھیج دیئے۔ 1860 میں فرانس، برطانیہ، روس، آسٹریا اور پروشیا کے سفیر پیرس میں جمع ہوئے آپس میں معاہدہ کیا جس میں طے کیا گیا کہ وہ لبنان میں خونریزی کو روکنے کے لیے 12000 سپاہی بھیجیں گے جس میں سے آدھے فوجی فرانس مہیا کرے گا۔ چنانچہ معاہدے میں بیان کیا گیا:

Their Majesties the Emperor of Austria, the Emperor of the French, the Queen of the United Kingdom of Great Britain and Ireland, His Royal Highness the Prince Regent of Prussia and His Majesty the Emperor of all the Russias promise maintain sufficient

naval forces to contribute to the success of joint efforts to restore peace on the coast of Syria. -

اوردی ٹائمز نے 9 اگست 1860 کو رائٹرز کے توسط سے فرانس کے بادشاہ کے یہ الفاظ رپورٹ کیے، جو اس نے اپنے سپاہیوں کو روانہ کرتے وقت کہے:

Soldiers – you leave for Syria. France hails joy an expedition the sole aim of which is to cause the rights of justice and humanity to triumph. You do not go to make war against any foreign Power, but to assist the Sultan in bringing back the obedience of his subjects, who are blinded by the fanaticism of a former century. In that distant land, rich in great reminiscences, fulfill your duty, - show yourselves the worthy children of those who once gloriously carried into that country the banner of Christ. You do not leave in great numbers, but your courage and your prestige will supply the deficiency, because wherever the French flag is seen to pass, nations know that a great cause precedes it, and great people follows it”

فرانس کے بادشاہ کے ڈیڑھ سو سال قبل کا بیان بھی اس بات کی غمازی کر رہا ہے کہ کس طرح استعماری طاقتیں اپنی اصل نیتوں کو انسانیت اور عدل کے خوبصورت الفاظ میں چھپاتی ہیں۔ تاہم جس طرح امریکی صدر جارج بش کے منہ سے عراق پر حملے سے قبل صلیبی جنگ کے الفاظ نکل گئے، اسی طرح فرانس کا بادشاہ بھی اس ماضی کو بھلا نہ سکا۔ شام کی سرزمین وہ سرزمین ہے جہاں صلیبی جنگوں کے بعد عیسائی جھنڈا لہرایا کرتا تھا۔

اس طرح مغربی ریاستوں نے ریاستِ عثمانیہ میں فتنے کی آگ بھڑکائی تاکہ یہ شام میں داخلے کا ذریعہ بنے۔ پس وہ شام میں داخل ہوئے اور خلافتِ عثمانیہ کو مجبور کیا کہ وہ شام کیلئے شریعت کے علاوہ کوئی مخصوص نظام وضع کرے، اور شام کو دو مختلف صوبوں میں تقسیم کردے۔ اس طرح لبنان کو خصوصی مراعات دلائی گئیں اور لبنان شام کے دوسرے حصوں سے الگ ایک خود مختار صوبہ بن گیا، اس کا اپنا مقامی حکومتی نظام تھا جس کی سربراہی ایک عیسائی حاکم کے ہاتھ میں تھی۔ اس حاکم کی معاونت کیلئے ایک نفاذی کونسل بنائی گئی - اس وقت سے مغربی ممالک لبنان کے امور کو کنٹرول کر رہے ہیں اور اسے اپنی سرگرمیوں کا مرکز بنایا ہوا ہے - یوں مغربی ممالک نے ریاستِ عثمانیہ اور اسلامی علاقوں کے قلب میں داخل ہونے کے لیے لبنان کو سیڑھی کے طور پر استعمال کیا۔

کوئی بھی مسلمان جو کہ استعماری طاقتوں کے ہتھکنڈوں، طریقۂ واردات اور ماضی میں ان کی سازشوں سے واقفیت رکھتا ہے، یوحنا آباد میں ہونے والا یہ واقعہ اسے چوکنا کرنے لیے کافی ہے۔ پاکستان میں موجود انتشار کی یہ صورتِ حال ماضی کے مقابلے میں اور بھی زیادہ سنگین ہے کیونکہ ماضی میں خلافت میں مسلمانوں کے خلفاء اپنی رعایا سے مخلص ہوا کرتے تھے، لیکن آج پاکستان کے حکمران پاکستان کے مسلمانوں کے خلاف جنگ میں کفار ہی کی صفوں میں کھڑے نظر آتے ہیں اور پاکستان میں انتشار اور فساد کی صورتِ حال پیدا کرنے میں امریکہ کو براہِ راست مدد فراہم کر رہے ہیں۔

اب ہم اس سوال کی طرف آتے ہیں کیا مذہب کی بنیاد پر قائم اسلامی ریاست غیر مسلموں کو پُر اطمینان زندگی کی ضمانت دے سکتی ہے۔ تو اسلامی تاریخ اس بات کی گواہ ہے اسلامی سرزمین پر غیر مسلم صدیوں امن اور تحفظ کے ساتھ زندگی بسر کرتے رہے ہیں۔ خود برصغیر کی مثال ہمارے سامنے ہے، جہاں مسلمان اقلیت میں تھے اور غیر مسلموں کی اکثریت تھی مگر نہ تو برصغیر کی فتح کے بعد غیر مسلموں کا قتلِ عام کیا گیا جیسا کہ صلیبیوں نے بلاد الشام پر قبضے کے بعد کیا، نہ ہی ان غیر مسلموں کی ethnic cleansing کر کے ان کی اکثریت کو اقلیت میں تبدیل کیا گیا، جیسا کہ روس نے وسط ایشیاء میں کیا اور نہ ہی انہیں زبردستی مسلمان بنایا گیا جیسا کہ عیسائیوں نے 1492 میں سپین پر قبضے کے بعد کیا۔ برصغیر میں اسلامی دورِ حکومت میں حکمرانوں کے خلاف مختلف بغاوتیں تو اٹھیں مگر کسی بغاوت کی بنیاد مذہب نہ تھا کہ غیر مسلم اس وجہ سے حکمرانوں کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے ہوں کہ ان کی حکمران ان پر مذہب کے نام پر ظلم کر رہے ہیں۔ صدیوں تک مسلمان اور غیر مسلم اسلامی قوانین کی عملداری میں مسلم حکمرانی کے تحت اکٹھے زندگی بسر کرتے رہے، یہاں تک کہ برطانوی راج آگیا۔ یہ برطانیہ ہی تھا کہ جس نے یہاں کے غیر مسلموں کو 'ہندو قومیت' کا تشخص فراہم کر کے انہیں مسلمانوں کے خلاف کھڑا کیا۔ ورنہ اس سے قبل یہاں کے مشرکین مختلف بتوں کی پرستش کرتے تھے اور اپنے آپ کو ایک قوم تصور نہیں کرتے تھے۔ یہی معاملہ ہمیں ان علاقوں میں بھی نظر آتا ہے جو خلافت کی براہِ راست عملداری میں تھے۔ جب عیسائیوں نے

سپین پر قبضہ کر کے وہاں سے مسلمانوں کے ساتھ ساتھ یہودیوں کو بھی علاقہ بدر کیا تو یہ اسلامی خلافت ہی تھی کہ جس کے سائے میں انہیں پناہ ملی۔ خلافت کے زیر سایہ ان یہودیوں پر کاروبار اور صنعت و تجارت کے دروازے کھلے تھے۔ یہودی طبیبوں کو سلطان اور وزراء کے ہاں ملازمت حاصل تھی۔ کئی جگہوں پر شیشہ سازی اور دھات سازی کی صنعت ان کے ہاتھ میں تھی اور وہ صنعتی پیداوار میں وینس کے تاجروں کے ہم پلہ تھے۔ ("The House of Nasi: Dona Gracia" by Cecil Roth)۔ کیرن آرم سٹرانگ اپنی کتاب : *History of Jerusalem* میں لکھتا ہے: 'The Muslims had established a system that enabled Jews, Christians, and Muslims to live in Jerusalem together for the first time.' [18] "مسلمانوں نے ایک ایسا نظام قائم کیا جس کی وجہ سے تاریخ میں پہلی مرتبہ ایسا ہوا کہ یروشلم (بیت المقدس) میں یہودی، عیسائی اور مسلمان اکٹھے زندگی بسر کر رہے تھے"۔

غیر مسلموں کے ساتھ سلوک کے لحاظ سے مسلمانوں کا ماضی اتنا تابناک ہے کہ اس پر انگلی اٹھائی نہیں جاسکتی۔ بلکہ انگلی تو کفار پر اٹھائی جانی چاہیے جو اپنے شہریوں کو امن و تحفظ کی فراہمی میں ناکام نظر آتے ہیں۔ امریکہ جو اپنے آپ کو آزادی اور حقوق کے چیمپئن کے طور پر پیش کرتا ہے، نے Patriot Act جیسے قوانین کے ذریعے وہاں بسنے والے مسلمانوں پر خوف کی تلوار کو مسلط کر رکھا ہے، کہ جس کے تحت امریکی حکومت کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ محض 'دہشت گردی' کے شک کی بنیاد پر کسی بھی شہری کو حراست میں لے سکتی ہے اور اس شخص کو اپنے دفاع کے لیے وکیل کی خدمات حاصل کرنے کا حق بھی حاصل نہیں۔ یہ ایکٹ حکومتی اداروں کو اس بات کا بھی اختیار دیتا ہے کہ وہ اپنے شہریوں کے فون اور انٹرنیٹ ڈیٹا کی جاسوسی کر سکتے ہیں اور کسی بھی وقت کسی بھی گھر کی تلاشی لے سکتے ہیں۔ اس طرح کے قوانین کا نفاذ اسی لیے ممکن ہے کہ جمہوری ممالک میں انسان خود قانون ساز ہے ۔ چنانچہ اکثریتی نمائندے اس جمہوری اختیار کو استعمال کرتے ہوئے کسی بھی وقت لوگوں کے حقوق سلب کر سکتے ہیں۔ جبکہ اسلامی ریاست میں ایسا ممکن نہیں کیونکہ شریعت کے قوانین کو تبدیل نہیں کیا جاسکتا۔ نہ ہی خلیفہ اور نہ ہی مجلسِ امت اس بات کا اختیار رکھتے ہیں کہ حالات کو بہانہ بنا کر ایسے قوانین کو نافذ کر سکیں کہ جس کے نتیجے میں ریاست کے باشندوں پر ظلم کیا جائے ، خواہ یہ باشندے مسلم ہوں یا غیر مسلم۔ پس صرف اسلامی ریاست میں ہی ایک شخص کو اس بات کا اطمینان ہو سکتا ہے کہ اس کے حقوق کو ڈنڈے کے زور پر سلب نہیں کیا جائے گا۔

دوسری طرف اسلام مسلمانوں کو سختی سے اس بات کا حکم دیتا ہے کہ وہ غیر مسلموں کی جان و مال اور عزت و آبرو کی حرمت کو پامال نہ کریں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((أَلا مَنْ قَتَلَ نَفْسًا مُعَاهِدًا لَهُ ذِمَّةُ اللَّهِ وَذِمَّةُ رَسُولِهِ فَقَدْ أَخْفَرَ بِذِمَّةِ اللَّهِ، فَلا يُرَحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ، وَإِنَّ رِيحَهَا لَيُوجَدُ مِنْ مَسِيرَةِ سَبْعِينَ خَرِيفًا))"اور سنو ! جس نے کسی ایسے معاہد شخص کو قتل کیا جس کو اللہ اور اس کے رسول نے عہد دیا، تو اس نے اللہ کے عہد کو توڑا ، ایسا شخص جنت کی خوشبو بھی نہیں سونگھ سکتا ،حالانکہ جنت کی خوشبو ستر سا ل کے فاصلے پر بھی سونگھی جا سکتی ہے " ۔(ترمذی) ۔ اور بخاری نے اس کو ان الفاظ سے روایت کیا ہے: ((مَنْ قَتَلَ مُعَاهَدًا لَمْ يَرِحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ وَإِنَّ رِيحَهَا تُوجَدُ مِنْ مَسِيرَةِ أَرْبَعِينَ عَامًا))"جس نے معاہد (ذمی یعنی اسلامی ریاست کے غیر مسلم شہری) کو قتل کیا، وہ جنت کی خوشبو کو بھی سونگھ نہیں پائے گا جبکہ جنت کی خوشبو چالیس سال کے فاصلے پر بھی سونگھی جا سکتی ہے"۔ رسول اللہ ﷺ غیر مسلموں کے مریضوں کی عیادت بھی کیا کرتے تھے ، بخاری نے انس سے روایت کیا ہے: ((كَانَ غُلاَمٌ يَهُودِيٌّ يَخْدُمُ النَّبِيَّ ﷺ ، فَمَرِضَ، فَأَتَاهُ النَّبِيُّ ﷺ يَعُودُهُ، فَقَعَدَ عِنْدَ رَأْسِهِ فَقَالَ لَهُ: أَسْلِمْ، فَنَظَرَ إِلَى أَبِيهِ وَهُوَ عِنْدَهُ، فَقَالَ لَهُ: أَطِعْ أَبَا الْقَاسِمِ ﷺ ، فَأَسْلَمَ، فَخَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ وَهُوَ يَقُولُ: الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَنْقَذَهُ مِنْ النَّارِ))"ایک یہودی لڑکا تھا جو رسول اللہ ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا ایک دن وہ بیمار ہو گیا اور نبی کریم ﷺ اس کی عیادت کے لیے تشریف لائے اور اس کے سرہانے بیٹھ گئے اور فرمایا: مسلمان ہوجاؤ ۔ وہ لڑکا اپنے ماں باپ کی طرف دیکھنے لگا تو اس کے باپ نے کہا کہ ابو القاسم کی بات مانو، یہ سُن کر وہ لڑکا مسلمان ہو گیا، رسول اللہ ﷺ یہ کہتے ہوئے وہاں سے نکل گئے کہ اللہ کا شکر ہے کہ اس کو آگ سے بچایا"۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ان کی عیادت کرنا ان کے ساتھ بیٹھنا اور ان کے دل بہلانا جائز ہے۔ اور بخاری نے عمرو بن میمون سے عمر بن الخطابؓ کی یہ وصیت نقل کی ہے جو انہوں نے وفات کے وقت کی تھی: میں

اپنے بعد آنے والے خلیفہ کو یہ وصیت کرتا ہوں کہ اللہ اور اس کے رسول اللہ کے ذمہ (عہد) کی پاسداری کرے اور ان(اہل ذمہ)سے بدعہدی نہ کرے ،ان(اہل ذمہ)کے لیے لڑے اور ان پر ان کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالے "

اہل ذمہ یعنی اسلامی ریاست کے غیر مسلم شہریوں کو یہ حق بھی حاصل ہے کہ ان کی عبادت گاہیں محفوظ ہوں اور ان کو اپنی مذہبی عبادات کرنے کی اجازت حاصل ہو۔ ابنِ عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اہلِ نجران کے ساتھ صلح کرلی اور اس کی تفصیل ابوداوٗدنے سنن میں یوں بیان کی ہے: ((عَلَى أَنْ لاَ تُهْدَمَ لَهُمْ بِيْعَةٌ، وَلاَ يُخْرَجَ لَهُمْ قِسٌّ، وَلاَ يُفْتَنُوا عَنْ دِينِهِمْ مَا لَمْ يُحْدِثُوا حَدَثًا أَوْ يَأْكُلُوا الرِّبَا)) "اس شرط پر کہ ان کا کوئی عبادت خانہ نہیں گرایا جائے گا،ان کے روحانی پیشواؤں کو نہیں نکالاجائے گا اور اس وقت تک ان کو ان کے دین کے بارے میں آزمائش میں نہیں ڈالا جائے گا جب تک وہ کوئی جرم نہ کریں یا سود نہ کھائیں "۔ اوررسول اللہ ﷺ نے اہل یمن کو خط لکھاکہ((مَنْ كَانَ عَلَى يَهُودِيَّتِهِ أَوْ نَصْرَانِيَّتِهِ فَإِنَّهُ لاَ يُفْتَنُ عَنْهَا، وَعَلَيْهِ الجِزْيَةَ))"جو شخص اپنی یہودیت یا نصرانیت پر قائم رہے اس کو(اس کے دین کے معاملے میں) آزمائش میں نہیں ڈالا جائے گا بلکہ وہ صرف جزیہ ادا کرے گا"۔ اس کو ابو عبید نے الاموال میں عروہ کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

علاوہ ازیں ذمیوں سے بھی کوئی ایسا 'کسٹم ٹیکس' نہیں لیا جاتا جو مسلمانوں پر لاگو نہیں ہوتا۔ ابوعبیدنے الاموال میں عبدالرحمٰن بن معقل سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں : میں نے زیاد بن حدیر سے پوچھا کہ تم کس سے کسٹم ٹیکس لیتے تھے؟ انہوں نے کہا :ہم کسی مسلمان یا معاہد(ذمی) سے یہ ٹیکس نہیں لیتے تھے ۔تو میں نے پوچھا ،پھر کس سے لیتے تھے؟انہوں نے کہا : ہم دارالحرب کے تاجروں سے ایسا کسٹم ٹیکس لیتے تھے جیسا کہ وہ ہم سے لیتے تھے"۔ یوں ذمی ریاست کے تمام شہریوں کے مساوی شہری ہیں ،ا ن کو تمام شہری حقوق حاصل ہوتے ہیں، ان کو تحفظ کا حق حاصل ہے، ان کو با عزت زندگی گزارنے کا حق حاصل ہے، ان کے ساتھ بھلائی کا معاملہ کیا جائے گا اور ان کے ساتھ نرمی کا معاملہ ہو گا، وہ اسلامی فوج میں بھرتی ہو کر لڑسکتے ہیں لیکن یہ ان پرفر ض نہیں، ان سے جزیہ کے علاوہ کوئی ٹیکس نہیں لیا جاتا،اور وہ ٹیکسز بھی نہیں لگائے جاتے جو مسلمانوں پر فرض ہیں،جیسا کہ جہاد کے وقت ضرورت پڑنے پر ایمر جنسی ٹیکس۔

عدالت میں اور قاضی کے سامنے یا ان کے معاملات کی دیکھ بھال کرتے ہوئے، یا سزاؤں میں ، ان کو اور مسلمانوں کو ایک ہی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ کیونکہ حکومت اور فیصلے کے حوالے سے نصوص میں وارد ہونے والے دلائل عام ہیں جیسا کہ ارشاد وباری تعالیٰ ہے:(وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ) " اور جب تم لوگو ں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل و انصاف سے فیصلہ کرو"(النساء:58)۔ یہ حکم سب کے لیے یکساں ہے خواہ وہ مسلم ہوں یاغیر مسلم۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:((البَيِّنَةُ عَلَى المُدَّعِي، وَالْيَمِينُ عَلَى مَنْ أَنْكَرَ))"گواہ دعویٰ کرنے والے پر ہے ،جبکہ قسم انکار کرنے والوں کی ہے "۔(بیہقی) اور یہ حکم بھی مسلمانوں اور غیر مسلموں کے لیے عام ہے۔ عبداللہ بن الزبیر سے روایت ہے:" ((قَضَى رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم أَنَّ الْخَصْمَيْنِ يَقْعُدَانِ بَيْنَ يَدَيِ الْحَكَمِ))"رسول اللہ ﷺ نے فیصلہ کر دیا ہے کہ دونوں فریق قاضی کے سامنے بیٹھیں گے"۔ اس کو احمدؒ اور ابوداوٗدؒ نے نقل کیا ہے اور الحاکم نے اسے صحیح قرار دیا ہے ۔ یہ حکم بھی عام ہے یعنی خواہ فریق مسلم ہو یا غیر مسلم دونوں پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:" ((الإِمَامُ رَاعٍ وَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ))،"خلیفہ نگہبان اور اپنی رعیت کے لیے جواب دہ ہے"۔(متفق علیہ) رعیت کا لفظ عام ہے جس میں مسلم یاغیر مسلم دونوں شامل ہیں۔ یوں تمام دلائل عام ہیں اور اس میں مسلم اور غیر مسلم کے ساتھ، عرب اور غیر عرب کے ساتھ، کسی سفید اور کالے کے ساتھ امتیازی سلوک ناجائز ہے،بلکہ وہ تمام لوگ جو اسلامی ریاست کے شہری ہیں ان کے درمیان کوئی فرق نہیں، ریاست کی نظر میں وہ سب برابر ہیں اور ان سب کے حقوق کی ادائیگی ان کی جان و مال اور عزت و آبرو کی حفاظت ریاست پر فرض ہے اور قاضی صرف عدل اور برابری کی بنیاد پر فیصلہ کرنے کا پابند ہے۔ ذمی کو وہ تمام حقوق حاصل ہیں جو ایک مسلمان شہری کو حاصل ہیں اور اس کے

وہ تمام فرائض ہیں، جو ذمہ کے معاہدے کے تحت اور ریاست کی اطاعت میں آتے ہیں۔

ریاستِ خلافت کے غیر مسلم باشندوں کو اپنے عقیدے اور اُن احکامات میں جن کا تعلق ان کے عقیدے کے ساتھ ہے آزادی حاصل ہوتی ہے۔ اسی طرح ان احکامات میں، جن کو وہ اپنا عقیدہ مانتے ہیں یا پھر وہ احکام جن پر رسول ﷺ نے ان کو برقرار رکھا، یا وہ احکامات جن میں اسلام نے صریح نصوص کے ساتھ انہیں مستثنیٰ کردیا، میں بھی انہیں آزادی حاصل ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے کہ:(لاَ اكْرَاه فِيْ الدِّيْنِ)"دین (عقیدے) کے بارے میں کوئی زبردستی نہیں" (البقرۃ:256)۔رسول ﷺ نے فرمایا :((مَنْ كَانَ عَلَى يَهُودِيَّتِهِ أَوْ نَصْرَانِيَّتِهِ فَإِنَّهُ لاَ يُفْتَنُ عَنْهَا، وَعَلَيْهِ الجِزْيَةَ))"جو اپنی یہودیت یا نصرانیت پر ہو اس کو زبردستی اپنے دین سے نہیں ہٹایا جائے گا بلکہ وہ جزیہ دیتا رہے گا"۔ (ابو عبید کتاب الاموال) ۔ پس جو بھی فعل عقائد کے باب سے ہو اگرچہ ہمارے ہاں وہ عقائد میں سے نہیں بھی اس میں اسلامی ریاست ان کو نہیں چھیڑتی بلکہ ان کو ان کے حال پر چھوڑدیتی ہے۔ اسی طرح ہر وہ فعل جس پر رسول ﷺ نے اُن کو برقرار رکھا جیسے شراب پینا یا ان کے شادی بیاہ کے معاملات، اس میں ان سے کوئی باز پرس نہیں کی جاتی جب تک کہ وہ عام نظام کی حدود میں رہیں۔

البتہ یہ بات طے ہے کہ اجتماعی سطح پر غیر مسلم بھی اسلام کے قوانین کے اسی طرح پابند ہیں جیسا کہ مسلمان۔ چنانچہ ایک غیر مسلم اپنے گھر میں شراب پی سکتا ہے مگر گھر سے باہر بازار وغیرہ میں ایسا نہیں کرسکتا اور نہ ہی وہ شراب کی خرید و فروخت کر سکتا ہے۔ نہ ہی کوئی غیر مسلم سودی لین دین کر سکتا ہے۔ ایک غیر مسلم عورت کا پبلک ڈریس وہی ہوتا ہے جو کہ ایک مسلم عورت کا۔ اگر ایک غیر مسلم زنا کے جرم کا مرتکب ہو تو اس پر بھی حد اسی طرح نافذ کی جائے گی جیسا کہ ایک مسلمان پر۔ حاکم اس دائرے میں غیر مسلموں پر وہی ریاستی قوانین نافذ کرتا ہے جو کہ مسلم شہریوں پر نافذ کیے جاتے ہیں اور یہ قوانین اسلامی قوانین ہوتے ہیں۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہلِ کتاب کے بارے میں فرمایا: (فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَا أَنزلَ اللَّهُ وَلاَ تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ)" اور آپ ﷺ ان کے آپس کے معاملات میں اسی اللہ کی اتاری ہوئی کتاب کے ذریعے فیصلہ کیجیے' (المائدہ:48)۔ ان کے بارے میں یہ بھی فرمایا: (وَأَنْ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَا أَنزلَ اللَّهُ وَلاَ تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ)"اور آپ ﷺ ان کے معاملات میں اللہ کی نازل کردہ وحی کے مطابق ہی فیصلہ کیجیے" (المائدہ:49)۔ اور فرمایا:(إِنَّا أَنزلْنَا إِلَيْکَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرَاکَ اللَّهُ)"اور یقینا ہم نے آپ کی طرف حق کے ساتھ اپنی کتاب نازل فرمائی ہے تاکہ آپ لوگوں میں اس چیز کے مطابق فیصلہ کریں جس سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو شناسا کیا ہے" (النساء:105)۔ یہ حکم عام ہے، مسلم اور غیر مسلم سب اس میں شامل ہیں۔ کیونکہ (لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاس) میں 'الناس' یعنی لوگ کا لفظ استعمال ہوا ہے، جو سب کے لیے عام ہے۔

رسول اللہ ﷺ جس طرح مسلمانوں پر حدود کو قائم کرتے تھے اسی طرح کفار پر بھی حدود کو قائم کرتے تھے چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے اُس یہودی کو قصاص کے طور پر قتل کیا جس نے ایک عورت کو قتل کیا تھا جیسا کہ بخاری میں انس بن مالکؓ کی روایت ہے :((خَرَجَتْ جَارِيَةٌ عَلَيْهَا أَوْضَاحٌ بِالْمَدِينَةِ قَالَ فَرَمَاهَا يَهُودِيٌّ بِحَجَرٍ قَالَ فَجِيءَ بِهَا إِلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم وَبِهَا رَمَقٌ فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم فُلاَنٌ قَتَلَكِ فَرَفَعَتْ رَأْسَهَا فَأَعَادَ عَلَيْهَا قَالَ فُلاَنٌ قَتَلَكِ فَرَفَعَتْ رَأْسَهَا فَقَالَ لَهَا فِي الثَّالِثَةِ فُلاَنٌ قَتَلَكِ فَخَفَضَتْ رَأْسَهَا فَدَعَا بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم فَقَتَلَهُ بَيْنَ الْحَجَرَيْنِ))"مدینہ میں ایک باندی جا رہی تھی جس نے زیور پہن رکھا تھا۔ راوی کہتا ہے کہ ایک یہودی نے اس کو پتھر مارا پھر اسے(باندی) رسول اللہ ﷺ کے پاس اس حالت میں لایا گیا کہ وہ بمشکل زندہ تھی۔رسول اللہ ﷺ نے پوچھا کہ فلاں نے تمہیں قتل کیا ؟تو اس نے سر اٹھایا، پھر پوچھا کہ فلاں نے تمہیں قتل کیا ؟پھر اس نے سر اٹھایا، پھر تیسری بار پوچھا کہ فلاں نے تمہیں قتل کیا؟ تو اس لڑکی نے(ہاں میں)سر نیچے ہلایا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے اس یہودی کو بلا کر دو پتھروں کے درمیان اس کو قتل کیا"۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک یہودی مرد اور ایک عورت لائی گئی جنھوں نے زِنا کیا تھا آپ ﷺ نے ان دونوں کو سنگسار(رجم)کیا ،بخاری میں ابن عمرؓ کی روایت ہے کہ: ((أُتِيَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم بِيَهُودِيٍّ وَيَهُودِيَّةٍ قَدْ أَحْدَثَا جَمِيعًا فَقَالَ لَهُمْ مَا تَجِدُونَ فِي

كِتَابِكُمْ قَالُوا إِنَّ أَحْبَارَنَا أَحْدَثُوا تَحْمِيمَ الْوَجْهِ وَالتَّجْبِيَةَ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَلَامٍ ادْعُهُمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ بِالتَّوْرَاةِ فَأُتِيَ بِهَا فَوَضَعَ أَحَدُهُمْ يَدَهُ عَلَى آيَةِ الرَّجْمِ وَجَعَلَ يَقْرَأُ مَا قَبْلَهَا وَمَا بَعْدَهَا فَقَالَ لَهُ ابْنُ سَلَامٍ ارْفَعْ يَدَكَ فَإِذَا آيَةُ الرَّجْمِ تَحْتَ يَدِهِ فَأَمَرَ بِهِمَا رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَرُجِمَا)) "رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک یہودی مرد اور عورت لائے گئے، جنہوں نے زِنا کا ارتکاب کیا تھا ،رسو ل اللہ ﷺ نے ان سے پوچھا تمہاری کتاب میں کیا لکھا ہے انہوں نے کہا کہ ہمارے مشائخ نے کہا ہے کہ چہرے کو داغ دیا جائے ۔ عبداللہ بن سلام نے کہا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ ان سے کہو کہ تورات کو لائیں۔ تورات لائی گئی ان دونوں میں سے ایک نے اپنا ہاتھ رجم والی آیت پر رکھ لیا اور اس سے پہلے اور بعد والی آیت پڑھنے لگے،عبداللہ بن سلام نے کہا اپنا ہاتھ اٹھاؤ تو رجم والی آیت اس کے ہاتھ کے نیچے تھی، رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ ان دونوں کو رجم (سنگسار) کیا جائے پس دونوں کو سنگسار کیا گیا"۔

علاوہ ازیں یہ کہ اسلام تمام انسانوں کیلئے آیا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ) " ہم نے آپ ﷺ کو تمام انسانوں کے لئے خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہاں مگر لوگوں کی اکثریت بے علم ہے"(سباء:28)۔ ایک کافر سے جس طرح اس بات کا مطالبہ کیا گیا ہے کہ وہ اسلامی عقیدہ کو اختیار کرے اسی طرح اس سے یہ بھی مطالبہ کیا گیا ہے کہ وہ فروع یعنی احکام شرعیہ پر عمل کرے۔ اصول یعنی اسلامی عقیدے کو اختیار کرنے کا مطالبہ تو قرآن کریم کی آیات سے بالکل واضح ہے ،جبکہ بعض فروع (احکام شریعہ)کا مکلف ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے انتہائی صراحت کے ساتھ ان کو بعض فروع کا مکلف قراردیا جیسے عبادت کا حکم دینے والی آیات، ارشادباری تعا لیٰ ہے:(يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمْ الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ)"اے لوگو!اپنے رب کی عبادت کرو جس نے تمھیں اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا ،یہی تمھارا بچاؤ ہے"(البقرہ:21)۔ اور فرمایا:(وَلِلَّهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنْ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلاً) "اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر جو اس کی طرف راہ پاسکتے ہوں اس گھر کا حج فرض کردیاہے" (آل عمران:97)۔ اگر کفار احکامِ شریعہ کے مکلف نہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ ان پر کفار کو وعیدیں نہ سناتا جبکہ ان فروع کو ترک کرنے کی وجہ سے ان کو سخت ترین وعیدیں سنائی گئی ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:(وَوَيْلٌ لِلْمُشْرِكِينَ ٥ الَّذِينَ لَا يُؤْتُونَ الزَّكَاةَ)"ان مشرکوں کے لئے(بڑی ہی)خرابی ہے جو زکوٰۃ نہیں دیتے" (فصلت:7)، اور فرمایا:(مَا سَلَكَكُمْ فِي سَقَرَ ٥ قَالُوا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّينَ)"اور تمھیں دوزخ میں کس چیز نے ڈالا وہ جواب دیں گے کہ ہم نمازی نہ تھے " (المدثر:42-43)۔ یہ معاملہ کہ کافروں کو چند احکامات کا مکلف بنایا گیا ہے، اس بات کو بھی ثابت کرتا ہے کہ وہ باقی تمام اوامرو نواہی کے مکلف بھی ہیں۔کیونکہ یہ تمام آیات جو تکلیف کے بارے میں ہیں یہ عام ہیں ان کی تخصیص کی کوئی دلیل نہیں اس لئے یہ مسلمانوں کے ساتھ خاص نہیں بلکہ عام ہیں جو مسلمانوں اور کافروں سب کے لئے ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کا یہ ارشادہے:(وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا) "اور اللہ تعالیٰ نے تجارت کو حلال اور سود کو حرام کر دیا ہے" (البقرہ:275)۔ یا اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کہ:(فَإِنْ أَرْضَعْنَ لَكُمْ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ)"پھر اگر وہ تمھارے کہنے سے ہی دودھ پلائیں تو تم انہیں ان کی اجرت دے دو" (طلاق:6)۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((مَنْ أَحْيَا أَرْضًا مَيِّتَةً فَهِيَ لَهُ))"جس نے مردہ زمین کو آباد کیا وہ اسی کی ہے"۔(احمد،ترمذی)۔ یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ کفار احکامِ شریعہ کے بھی مکلف ہیں۔ البتہ بعض احکام شریعہ کا ان کے لئے جائز نہ ہونا اس وجہ سے ہے کہ ان کے لئے شرط اسلام ہے اور جب تک شرط نہیں پائی جائے گی یہ فروع جیسے نماز ، روزہ وغیرہ صحیح نہیں ہونگے۔

صرف خلافت ہی صوبائی اور لسانی کشمکش کا خاتمہ کر سکتی ہے

تحریر: افضل قمر

جدید ویسٹفالیہ قومی ریاست کے ماڈل سے پیدا ہونے والے مسائل میں سے ایک مسئلہ یہ ہے کہ ایک قومی ریاست میں رہنے والی مختلف لسانی اکائیوں کا قومی شناخت کے ساتھ تعلق کیسے قائم ہو گا جنہیں قومی شناخت کے مقابلے میں کسی حد تک کم درجہ حاصل ہوتا ہے۔ جس طرح قومی شناخت کا تعلق قومی ریاست سے ہوتا ہے اسی طرح اس ریاست میں رہنے والی کسی لسانی اکائی کا تعلق صوبے سے ہوتا ہے۔ اس لسانی اکائی کی اپنی زبان، اپنا تاریخی پس منظر بھی ہو سکتا ہے اور ان میں ایسے لوگ بھی ہو سکتے ہیں جو ایک الگ ریاست میں ایک الگ قوم کی حیثیت سے رہنے کی خواہش رکھتے ہوں اور ایسے لوگ بھی جو موجودہ ریاست میں رہنے کو ہی ترجیح دیتے ہوں۔

اس قسم کی ریاست کا ایک بنیادی ماڈل ریاست ہائے متحدہ امریکہ ہے۔ ایک واحد ریاست لیکن اندرونی طور پر حکومت تین سطحوں پر کارفرما ہے یعنی وفاقی حکومت، ریاستی حکومت (سٹیٹس) اور کاونٹیز و مقامی کونسلز۔ پاکستان میں بھی وفاقی حکومت ہے اور ساتھ ساتھ چار صوبے بھی ہیں جن کی اپنی اپنی حکومتیں ہیں اور پھر صوبے مزید ضلعوں میں تقسیم ہوتے ہیں۔

ریاست خلافت میں بھی بظاہر اسی طرح کی تقسیم ہوتی ہے جس میں مرکزی حکومت میں خلیفہ، صوبائی حکومت میں والی اور ضلع کی حکومت میں عامل کی حکمرانی ہوتی ہے۔ لیکن چونکہ خلیفہ ہی والی اور عامل کو مقرر کرتا ہے تو حقیقت میں حکومت ایک ہی ہوتی ہے۔ بے شک عامل بھی خلیفہ کا مقرر کردہ ہوتا ہے لیکن ایسا ممکن نہیں کہ ایک عامل اپنے والی کی نافرمانی کرے یا والی اسکے خلاف ہو اور پھر بھی وہ اپنے عہدے پر قائم رہے۔

والیوں کو براہ راست مرکز کی جانب سے مقرر کیے جانے سے مرکز اور صوبائی حکومت کی تفریق ختم ہو جاتی ہے۔ موجودہ نظام میں یہ تفریق اپنی کوتاہی دوسرے پر ڈالنے کے لئے استعمال کی جاتی ہے۔ یہ حقیقت حالیہ کراچی کے بحران کے دوران بہت واضح ہو کر سامنے آئی۔ مرکزی اور صوبائی حکومتیں اس بات پر متفق ہیں کہ گرمی سے ایک ہزار سے زائد ہلاکتیں ہوئیں جن میں سے اکثریت کراچی میں ہوئیں لیکن دونوں حکومتیں اپنے اس موقف پر قائم رہیں کہ اس کے ذمہ دار وہ نہیں بلکہ دوسری حکومت ہے۔ صوبائی حکومت کہتی ہے کہ یہ ہلاکتیں بجلی کی شدید قلت کی وجہ سے ہوئیں اور بجلی کی فراہمی وفاقی حکومت کے دائرہ اختیار میں آتی ہے جبکہ وفاقی حکومت اس کی ذمہ داری صوبائی حکومت پر ڈالتی ہے کیونکہ محکمہ صحت صوبائی حکومت کے دائرہ اختیار میں آتا ہے اور اس بحران نے ثابت کیا ہے کہ اس کے شعبہ صحت میں خرابیاں ہیں۔

خلافت میں یہ ممکن ہی نہیں کیونکہ والی خلیفہ کا نمائندہ ہوتا ہے اور مرکزی و صوبائی حکومت کی کوئی تفریق نہیں ہوتی۔ یہ ممکن ہی نہیں کہ خلیفہ ہلاکتوں کی ذمہ داری قبول کرنے سے اجتناب کرے۔ اگر والی متحرک نہیں ہے تو خلیفہ کو لازمی کسی اور کو والی مقرر کرنا ہو گا جو اس سے زیادہ باصلاحیت ہو۔

والیوں کو مرکز کی جانب سے مقرر کیے جانے سے ولایہ کو کسی خاص لسانی اکائی کے ساتھ منسلک ہونے سے بھی روکا جا سکتا ہے۔ والی اور عامل کو مقامی سطح پر کوئی انتخاب لڑنا نہیں ہوتا لہٰذا انتخاب جیتنے کے لئے صوبائیت یا لسانیت کو ابھارنے کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔

خلافت میں صوبائیت اور لسانیت کے مسئلے کو ایک زبان استعمال کر کے ختم کر دیا جاتا ہے۔ جب تمام حکومتی امور ایک ہی زبان یعنی عربی میں انجام دیے جاتے ہیں تو پھر ازبک اور قازق یا بلوچ یا فارسی وان کے درمیان فرق ختم ہو جاتا ہے اور جو فرق رہ جاتا ہے وہ عرب اور غیر عرب کا رہ جاتا ہے لیکن یہ فرق بھی تعلیمی نظام کے ذریعے ختم ہو جاتا ہے۔ اگر ضرورت موجود ہو تو عربی کے علاوہ دیگر ایک یا دو زبانیں بھی تعلیمی نظام میں شامل کی جا سکتی ہیں لیکن عربی زبان تمام شہریوں کے لیے لازمی ہو گی چاہے وہ غیر مسلم شہری ہی کیوں نہ ہوں۔

خلافت کی سرکاری زبان عربی ہو گی اور اس طرح صوبوں کو لسانی یا زبان کی بنیاد پر بنانے کی ضرورت نہیں ہو گی اور نہ ہی کسی ایک صوبے میں رہنے والی اقلیتی لسانی اکائی اسی صوبے میں رہنے والی دوسری اکثریتی اکائی کی زبان کو سیکھنے پر مجبور ہو گی۔ جب صرف عربی کو ہی استعمال کیا جائے گا تو کسی مقامی اکثریتی زبان کو سیکھنے کی لازمی ضرورت باقی نہیں رہے گی۔ اس کے نتیجے میں ایک علاقے سے دوسرے علاقے میں ہجرت کرنے کی ضرورت بھی نہیں رہے گی کیونکہ عربی زبان کی مرکزیت کی وجہ سے مقامی و غیر مقامی کی تفریق ہی ختم ہو جائے گی اور ریاستی اداروں میں ملازمت کے لئے ہر فرد اہل ہو گا چاہے وہ اس علاقے کی اکثریتی زبان جانتا ہو یا نہ جانتا ہو۔

اس کے علاوہ حکومتی ملازمتوں اور تعلیمی اداروں میں صوبائی کوٹے ختم ہو جائیں گے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ صوبائی شناخت کی کوئی اہمیت ہی باقی نہ رہے گی چہ جائیکہ اس سے کوئی اور فائدہ اٹھایا جاسکے۔ موجودہ نظام میں صوبائی شناخت جو فوائد پہنچاتی ہے اس کے نتیجے میں ایک جیسی صوبائی شناخت رکھنے والے ایک دوسرے کے مفادات کا تحفظ کرتے ہیں۔ اس کا مطلب ہے کہ ہر ولایہ صرف اپنے بہترین اور قابل ترین افراد کو ہی ملازمتوں کے لئے منتخب کرے گی۔

موجودہ نظام کسی ایک صوبائی شناخت کو کسی دوسری صوبائی شناخت پر فوقیت دیتا نظر آتا ہے لیکن اگر وہ شناخت ہی ختم کردی جائے تو پھر کیا ہوگا؟ اس کی بہترین مثال پاکستان کی ہے۔ 1971 سے قبل ملازمتوں کے لئے آنے والے امیدواروں کے قد پر خصوصی توجہ مرکوز کی جاتی تھی کیونکہ اس سے مشرقی اور مغربی پاکستان کے شہریوں کے درمیان تفریق کی جاتی تھی لیکن آج کے موجودہ پاکستان میں اس کی کوئی اہمیت نہیں۔

یہ بات نہیں بھولنی چاہیے کہ قومی شناخت اور صوبائی شناخت دونوں ہی اپنی صورتیں تبدیل کرسکتی ہیں۔ اگر کسی کے والدین کا تعلق لاہور سے ہے لیکن وہ امریکہ میں پیدا ہوا اور وہیں اس کی پرورش ہوئی ہو تو وہ امریکی ہو جائے گا یا کوئی سکھر میں رہائش اختیار کرلیتا ہے تو اس کے نتیجے میں اس کے بچوں کا تعلق سندھ سے بن جائے گا۔ خلافت صوبائی شناخت کو ختم نہیں کرے گی لیکن اس کو غیر ضروری بنادے گی۔ سکھر سے تعلق رکھنے والا شخص گھر میں سندھی بول رہا ہو گا لیکن عدالت میں اپنی بے آباد زمینوں کو آباد کرنے کے لئے وسائل کے حصول کی درخواست عربی میں دے رہا ہو گا۔ چاہے وہ زمین سکھر میں ہو یا کوالالمپور میں اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا، تو پھر کیوں وہ شخص اپنی شناخت کسی مخصوص زبان بولنے والے کی حیثیت سے کروائے گا؟

خلافت کی واپسی کے بعد اس کے سامنے یہ چیلنج ہو گا کہ وہ اس لسانیت یا صوبائیت کی سیاسی اہمیت کو غیر ضروری بنادے لیکن خلافت میں اس کے باوجود مختلف زبانیں بولی جاتی رہیں گی۔ مختلف زبانیں بولے جانے کے باوجود عربی زبان ان مختلف زبانوں کے بولنے والوں کے درمیان ایک پُل کا کردار ادا کرے گی۔ عربی زبان کا سرکاری زبان ہونے کا مطلب یہ ہو گا کہ دو ملیشیائی اہلکار اپنی علاقائی زبان میں خط وکتابت یا بول چال نہیں کررہے ہوں گے بلکہ عربی زبان میں یہ امور انجام دے رہے ہوں گے۔ عربی کا رابطے کی زبان ہونے کا مطلب یہ ہو گا کہ ملیشیائی تاجر ایک دوسرے کے ساتھ تو اپنی زبان میں بات کررہے ہوں لیکن کسی ازبک آڑھتی سے سامان خریدتے وقت اس سے عربی میں بات کررہے ہوں گے جبکہ یہ تجارت کراچی میں ہو رہی ہو گی۔

اس ہدف کو حاصل کرنے میں تعلیمی نظام اہم ترین کردار ادا کرے گا۔ لیکن ایک دوسری چیز بھی اس ہدف کو حاصل کرنے میں اہم کردار ادا کرے گی جو بظاہر اتنی واضح نہیں ہو گی اور وہ ہو گی تمام مسلمانوں کی فوجی تربیت جو کہ ایک لازمی امر ہے۔ اگرچہ فوجی تربیت حاصل کرنا ہر فرد پر فرض ہے لیکن خلافت اس فرض کی ادائیگی میں اپنا بھرپور کردار ادا کرے گی۔ جہاں خلافت اس بات کو یقینی بنائے گی کہ مسلمان جہاد کے فرض کو ادا کرسکیں وہیں وہ اس بات کو بھی یقینی بنائے گی کہ اس فرض کو ادا کرنے کے لئے انہیں مکمل فوجی تربیت بھی فراہم کی جائے۔

خلافت کی فوجی پالیسی چاہے کچھ بھی ہو لیکن فوجی تربیت پوری ریاست میں فراہم کی جائے گی۔ اس کا مطلب ہے کہ اگر کسی کو افریقہ میں تربیت دی گئی ہے تو وہ مشرقی ایشیا میں بھی فوجی ذمہ داریاں ادا کرنے کے قابل ہو گا۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ احکامات کو سمجھ سکے لہٰذا اس زبان کا جاننا ضروری ہو جائے گا جس زبان میں احکامات دیے جائیں گے۔ اس کا مطلب ہے کہ ایک رابطے کی زبان ہونا ضروری ہے جس کو ہر کوئی سمجھ سکتا ہو اور وہ زبان عربی ہو گی۔

لسانی شناخت کو ختم کرنے کی کئی اہم عملی وجوہات موجود ہیں۔ شاید سب سے اہم وجہ یہ ہے کہ خلافت "قومی شناخت" کی کوئی جارِحانہ تشہیر نہیں کرے گی کہ جس کے نتیجے میں ایک زبان کو کسی دوسری زبان پر ترجیح دی جاتی ہے۔ اور یہ اس وجہ سے ہے کہ دوسری زبانوں کو اس حمایت و مدد کی ضرورت ہوتی ہے جبکہ عربی کو ایسی کسی مدد کی ضرورت ہی نہیں کیونکہ یہ قرآن وسنت کی زبان ہے۔ اس کے علاوہ کیونکہ پوری خلافت میں صرف عدالتوں میں ہی عربی زبان استعمال نہیں ہو رہی ہو گی بلکہ ہر شعبہ زندگی میں عربی زبان استعمال ہو گی لہٰذا عربی کی ترویج کے لئے الگ سے اقدامات اٹھانے کی ضرورت نہیں ہو گی۔

لہٰذا اس ہدف کو حاصل کرنے کے لئے خلافت کا قیام ضروری ہے۔ صوبائیت پیچھے رہ جائے گی جو کہ اس وقت انتہائی اہم معاملہ نظر آتا ہے اور اس طرح حکومت کو اسے ختم کرنے کے لئے مداخلت نہیں کرنا پڑے گی بلکہ یہ خود بخود ختم ہو جائے گی۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ فرماتے ہیں:

بقیہ صفحہ 28 پر

افغان "امن" مذاکرات

راحیل-نواز حکومت افغانستان میں امریکی موجودگی کو برقرار رکھنے کے لئے افغان "امن" مذاکرات میں بڑھ چڑھ کر کردار ادا کر رہی ہے

پریس ریلیز

راحیل-نواز حکومت امریکی ہدایت پر افغان "امن" مذاکرات کو کامیاب بنانے کے لئے ہر ممکن فوجی و سیاسی دباؤ استعمال کر رہی ہے۔ افغان "امن" مذاکرات کا مقصد کابل میں قائم امریکی کٹھ پتلی حکومت کو تسلیم کروانا اور 30 ستمبر 2014 کو امریکہ اور کٹھ پتلی افغان حکومت کے درمیان طے پانے والے دوطرفہ سیکیوریٹی معاہدے کو ایک وسیع سیاسی و قانونی حمایت فراہم کرنا ہے جس کے تحت امریکہ 2014 کے بعد بھی افغانستان میں اپنی افواج کو افغان فوج کو تربیت فراہم کرنے اور "دہشت گردی" روکنے کے نام پر رکھ سکے گا۔

راحیل-نواز حکومت کا یہ کہنا ہے کہ وہ افغان گروہوں کے درمیان مصالحت کا کردار ادا کر رہی ہے تاکہ خطے میں امن قائم ہو جس کے نتیجے میں پاکستان و افغانستان میں ترقی کا ایک نیا دور شروع ہو سکے گا۔ لیکن درحقیقت امن کی خواہش اور کوشش پاکستان و افغانستان کے عوام کے لئے نہیں بلکہ خطے میں امریکی مفادات کے حصول کے لئے ہے۔ امریکہ جانتا ہے کہ اگر وہ افغان حکومت اور افغان مزاحمتی گروہوں کے درمیان "امن" معاہدہ نہ کرواسکا تو افغانستان میں اس کی مستقل موجودگی انتہائی مشکلات کا شکار رہے گی خصوصاً ایسی صورت میں جبکہ اس کی معیشت اس بات کی اجازت نہیں دیتی کہ وہ اپنی موجودگی کو برقرار رکھنے کے لئے ڈالر پانی کی طرح بہائے۔

اس صورت میں جبکہ امریکہ یہ اہداف خود سے کسی صورت حاصل نہیں کرسکتا، راحیل-نواز حکومت آگے بڑھ کر امریکی مفادات کے حصول کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہی ہے اور اپنے اس عمل کو پاکستان کے مفاد میں قرار دے رہی ہے۔ افغانستان میں امریکہ کی موجودگی کس طرح پاکستان کے مفاد میں ہوسکتی ہے جبکہ پاکستان کے ایٹمی پروگرام اور میزائل ٹیکنالوجی کے حوالے سے اس کے عزائم ڈھکے چھپے نہیں؟ افغانستان میں امریکہ کی موجودگی کس طرح پاکستان کے مفاد میں ہوسکتی ہے جبکہ پاکستان کے ازلی دشمن بھارت کو افغانستان میں بیٹھ کر پاکستان میں مداخلت کرنے کا موقع امریکہ نے فراہم کیا ہے؟ افغانستان میں امریکہ کی موجودگی کس طرح پاکستان کے مفاد میں ہوسکتی ہے جبکہ امریکہ آئے دن نام نہاد "دہشت گردی کے خلاف جنگ" کے نام پر ڈرون حملوں کے ذریعے پاکستانی علاقوں پر بمباری کرتا ہے؟ لہٰذا پاکستان کے دشمن امریکہ کو ایٹمی پاکستان کے دروازے پر افغان "امن" مذاکرات کے نام پر مستقل ٹھکانا فراہم کرنا پاکستان اور اس کے عوام کے ساتھ کھلی غداری ہے۔

پاکستان اور افغانستان میں مستقل امن اور معاشی خوشحالی امریکہ یا چین کی مدد سے نہیں ہوسکتی کیونکہ یہ امن اور معاشی خوشحالی صرف اور صرف ان کے مفاد اور اسلام اور مسلمانوں کو کفار کا مستقل محتاج رکھنے کے لئے ہے۔ پاکستان اور افغانستان میں حقیقی امن اور خوشحالی خطے سے امریکہ کی موجودگی اور اس کے ایجنٹ حکمرانوں کے خاتمے اور خلافت کے قیام سے ہی ممکن ہے۔
خلافت نہ صرف پاکستان اور افغانستان بلکہ پوری مسلم دنیا کو رسول اللہ ﷺ کے کلمہ والے جھنڈے تلے وحدت بخشے گی اور پھر کسی استعماری طاقت کو یہ ہمت نہیں ہو گی کہ وہ اپنے مفادات کے حصول کے لئے مسلم علاقوں پر چڑھائی یا مداخلت کرسکے۔

(وَلاَ تَرْكَنُوٓاْ إِلَى ٱلَّذِينَ ظَلَمُواْ فَتَمَسَّكُمُ ٱلنَّارُ)

"اور تم ظالم لوگوں کی طرف مت جھکو ورنہ تمہیں جہنم کی آگ چھولے گی"(ھود:113)

خروج اور حزب التحریر کا منہج

تحریر: شہریار نجم، پاکستان

آج کے دور میں جب ہم دیکھتے ہیں کہ اُمّت مسلمہ ایک بہت ہی کٹھن مرحلے سے گزر رہی ہے، اس پر ظالم حکمران مسّلط ہیں، جو کہ اُن پر ایسے نظام نافذ کررہے ہیں، جو کہ سراسر کفر پر مبنی ہیں۔ ایسے میں امّت میں ایک بے چینی پائی جاتی ہے کہ کس طرح ان دونوں سے چھٹکارا پایا جائے۔ اسی مقصد کو حاصل کرنے کے لیے امّت میں سے ہی کچھ آوازیں بلند ہوئیں جنھوں نے ان حکمرانوں اور ان نظاموں کو ہٹانے کے بارے میں مختلف آراء دیں۔ جیسے کہ اسی نظام کا حصّہ بن کر اسی کے بیچ میں سے تبدیلی لانا، صرف اپنی اصلاح ہی کرنا، ان حکمرانوں کے خلاف جہاد کرنا وغیرہ۔ انھی آراء میں سے ایک رائے "خروج" کی بھی ہے۔

امّت مسلمہ کی تاریخ میں خروج کے مسئلے پر فقہاء کے درمیان ایک اہم سیاسی اور فقہی بحث رہی ہے۔ خروج کے لفظی معنی نکلنے کے ہیں۔ اس کے شرعی معنی کسی حکمران کو حکمرانی سے ہٹانے کے ہیں جو کہ کفرِ بواح نافذ کررہا ہو۔ آج کے دور میں خروج کے معاملے میں اگرچہ بحث ومباحثہ بہت سرگرمی سے ہوتا ہے لیکن اس کی حقیقت کے بارے میں بہت کم حلقوں میں صحیح آگاہی پائی جاتی ہے۔ خروج کے متعلق ہمارے معاشرے میں مختلف آراء پائی جاتی ہیں۔ جن میں سے چند ایک یہ ہیں۔

1) فرد کی اصلاح پر توجہ دینے والے علماء کی رائے
2) تکفیری رائے
3) سعودی علماء کی رائے
4) modernist سکالرز کی رائے
5) مولانا مودودی کی رائے
6) کلاسیکل فقہا کی رائے

(1) فرد کی اصلاح پر توجہ دینے والے علماء

خروج کے معاملے میں یہ علماء اس لفظ کے دو معانی لیتے ہیں۔

1) حکمرانوں کو ان کی حکمرانی سے بے دخل کرنا
2) اپنے گھروں سے دین کی تبلیغ کے لیے نکلنا

پہلی رائے کے معاملے میں یہ علماء جن کتب کا حوالہ دیتے ہیں۔ وہ "شرح العقائد النسفیہ" ہے۔ اس کتاب میں علامہ سعد الدین تفتازانی (متوفی ۷۹۳ ھ) نے ظالم و فاسق حکمرانوں کے خلاف عدم خروج کا عمل مستحب بیان کیا ہے۔ امام محمدؒ کی کتاب "السیر الکبیر" سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کا موقف بھی یہی تھا وہ فرماتے ہیں۔ "سوائے اس کے کہ وہ حکمران کسی ایسے کام کا حکم دے جس کے بارے میں کسی ایک کو بھی اشتباہ نہ ہو کہ وہ ہلاکت ہے یا حکمران کسی شخص کو معصیت کا حکم دے تو اس وقت اس مسئلے میں حکمران کی اطاعت رعایا پر لازم نہیں ہے لیکن ان کے لیے یہ بھی لازم ہے کہ وہ صبر کریں اور اپنے حکمران کے خلاف خروج نہ کریں۔ جیسا کہ حدیث ابن عباسؓ میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ہے **((مَنْ رَأَى مِنْ أَمِيرِهِ شَيْئًا يَكْرَهُهُ فَلْيَصْبِرْ عَلَيْهِ فَإِنَّهُ مَنْ فَارَقَ الْجَمَاعَةَ شِبْرًا فَمَاتَ، إِلَّا مَاتَ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً))** "جو کوئی اپنے حکمران میں کوئی ناپسندیدہ امر دیکھے تو اس پر صبر کرے کیونکہ جس نے بالشت برابر بھی اطاعت سے منہ موڑا اور اسی حالت میں مر گیا تو وہ جاہلیت کی موت مرا"۔

یہ علماء خروج کا جو دوسرا مطلب لیتے ہیں وہ یہ ہے کہ اپنے گھروں سے نکلنا تاکہ لوگوں تک دین کی سمجھ اور طریقہ پہنچایا جاسکے۔ جس کے لیے وہ اس قرآن کی آیت کو بطور ثبوت پیش کرتے ہیں: **((انَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنْفِرُوا كَافَّةً فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِنْهُمْ طَائِفَةٌ لِيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنْذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ))** "اور مسلمانوں کو یہ نہ چاہیے کہ سب کے سب نکل کھڑے ہوں سو ایسا کیوں نہ کیا جائے کہ ان کی ہر بڑی جماعت میں سے ایک چھوٹی جماعت جایا کرے تاکہ وہ دین کی سمجھ بوجھ حاصل کریں اور تاکہ یہ لوگ اپنی قوم کو جب کہ وہ ان کے پاس آئیں، ڈرائیں تاکہ وہ ڈر جائیں" (التوبہ:122)

اور اس کی دلیل میں رسول ﷺ کی زندگی سے وہ واقعات بھی پیش کیے جاتے ہیں جن میں رسول ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مختلف علاقوں میں دین کی تبلیغ کے لیے بھیجا جیسا کہ: " سعد بن ابو بردہ سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنے والد اور انہوں نے اپنے والد سے یہ سنا کہ رسول ﷺ نے انہیں اور معاذ بن جبلؓ کو یمن بھیجنے سے پہلے یہ نصیحت کی کہ وہ نرمی برتیں اور یمن کے لوگوں پر سختی نہ کریں اور انہیں خوشخبریاں دیں اور ان کے ساتھ مل کر بغیر کسی تفرقے کے فیصلے کریں"۔ اس طرح حضرت عاصم بن عمر سے روایت ہے کہ جدیلہ قبیلے کی شاخوں سے کچھ لوگ رسول ﷺ کے پاس اُحد کے بعد آئے۔ انھوں نے رسول ﷺ سے کہا کہ "ہماری سرزمین پر اسلام آیا ہے۔ آپ ہمارے ساتھ چند صحابہ

رضی اللہ عنہم کو بھیجیں تاکہ وہ ہمیں دین کی سمجھ دے سکیں"۔ رسول ﷺ نے ان کے ساتھ چھ صحابہؓ کو روانہ کیا جن کے امیر مرصد بن ابو مرصد تھے۔ اسی تناظر میں آج کل ایک قابل ذکر مسئلہ جو کہ زیرِ بحث آ رہا ہے وہ یہ ہے کہ کیا تبلیغی خروج صرف مردوں کیلیے ہے یا پھر عورتیں بھی دین کی تبلیغ کے لئے گھروں سے باہر نکل سکتی ہیں؟

(2) تکفیری رائے:

خروج کے مسئلے پر جو دوسری قابل ذکر رائے ہمیں ملتی ہے وہ تکفیری فکر سے ہے۔ تکفیری یا سلفی فکر کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر وہ حکمران جو کہ اسلام کی جگہ کفر نافذ کرتا ہے وہ کافر ہو چکا ہے اور اس کے خلاف جہاد فرض ہو چکا ہے۔ اور اس عمل کو وہ خروج کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ حکمرانوں کے کفر کے واضح ہو جانے کے لیے سورہ المائدہ کی آیت کو بطور ثبوت پیش کیا جاتا ہے:((وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ))"اور جو لوگ اللہ کی وحی کے ذریعے فیصلے نہیں کرتے تو ایسے لوگ ہی کافر ہیں"(المائدہ : 44)"اور ان کافر حکمرانوں کو ہٹانے کے لئے جو کہ کفر نافذ کرتے ہیں ان کے لیے اس حدیث کو کافی سمجھا جاتا ہے جس میں رسول ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا: ((خِيَارُ أَئِمَّتِكُمُ الَّذِينَ تُحِبُّونَهُمْ وَيُحِبُّونَكُمْ، وَيُصَلُّونَ عَلَيْكُمْ وَتُصَلُّونَ عَلَيْهِمْ، وَشِرَارُ أَئِمَّتِكُمُ الَّذِينَ تُبْغِضُونَهُمْ وَيُبْغِضُونَكُمْ، وَتَلْعَنُونَهُمْ وَيَلْعَنُونَكُمْ» ، قِيلَ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَفَلَا نُنَابِذُهُمْ بِالسَّيْفِ؟ فَقَالَ: «لَا، مَا أَقَامُوا فِيكُمُ الصَّلَاةَ، وَإِذَا رَأَيْتُمْ مِنْ وُلَاتِكُمْ شَيْئًا تَكْرَهُونَهُ، فَاكْرَهُوا عَمَلَهُ، وَلَا تَنْزِعُوا يَدًا مِنْ طَاعَةٍ)) "تم میں سے بہترین حکمران وہ ہیں جو کہ تم سے محبت کریں گے اور تم ان سے محبت کرو گے، وہ تمہیں دعائیں دیں گے اور تم انہیں دعائیں دو گے اور تم میں سے بدترین حکمران وہ ہیں جو تم سے نفرت کریں گے اور تم اُن سے نفرت کرو گے اور جو کہ تم پر لعنت بھیجیں گے اور تم ان پر لعنت بھیجو گے۔" جس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا کہ اے رسول ﷺ کیا ہم ان کو بزور شمشیر نہ ہٹا دیں۔ تو رسول ﷺ نے فرمایا" ہر گز نہیں، جب تک کہ وہ تم پر صلاۃ قائم رکھیں"۔ ایک اور حدیث میں اسی طرح آتا ہے کہ "جب تک کہ وہ کفرِ بواح نہ کریں" یعنی کھلم کھلا اور واضح کفر۔ اسی طرح امام ابن تیمیہؒ کا فتویٰ جس میں انہوں نے کہا" یہ دین سے ثابت ہے اور اجماع سے ثابت ہے کہ ہر وہ شخص جو دین کے علاوہ کسی دین کی اطاعت کی اجازت دیتا ہو، اور کسی اور شرع کی سوائے شرع محمد ﷺ کے قانون کے اتباع کی اجازت دیتا ہو، وہ شخص کافر ہے"۔ اسی طرح ابن کثیر کی رائے جس میں انھوں نے کہا" اللہ سبحانہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کی گئی شرع قرآن اور رسول ﷺ کی سنت جس کے ساتھ نبی ﷺ کو بھیجا گیا ہے، مخلوق میں سے کسی کو بھی اجازت نہیں ہے کہ اس کو چھوڑ سکے سوائے یہ کہ وہ کافر ہو"۔

تکفیری رائے اس بات کا مطالبہ کرتی ہے کہ جو حاکم وقت اس وقت کفر کے نفاذ میں پیش پیش ہے اس کے خلاف ہتھیاروں کے ذریعے خروج کیا جائے اور ان کو ہٹا کر خلافت کو قائم کیا جائے۔

(3) سعودی عرب کے علماء کی رائے

اگرچہ سعودی عرب کی 21 رکنی سینئر علماء کمیٹی کے بیشتر فتاویٰ عموماً حکومتی معاملات پر مشتمل نہیں ہوتے۔ یہ علماء حنبلی، شافعی، مالکی اور حنفی مسلک سے ہوتے ہیں۔ لیکن جب بھی کسی حکومتی معاملے پر ان کی رائے درکار ہوتی ہے تو وہ عموماً ایک سی ہی ہوتی ہے۔ جیسا کہ ایک بیان جو سعودیہ کے تمام اخبارات میں شائع ہوا جس پر تمام 21 علماء کے دستخط تھے میں کہا گیا تھا کہ ایران اقوام متحدہ کی قراردادوں پر عمل درآمد کرے اور اس میں جس حدیث کو بطور ثبوت پیش کیا گیا تھا اس کا ترجمہ یہ ہے:"اور جس نے ہمارے ساتھی / حواری کو قتل کیا وہ کبھی جنت کی خوشبو نہیں سونگھ سکے گا۔" اسی طرح 3 اکتوبر 2011 کا ایک فتویٰ جس میں عوامی احتجاج کی اس وجہ سے ممانعت کی گئی تھی کیونکہ اس سے سعودیہ کے حکمرانوں کے خلاف فتنہ بڑھنے کا اندیشہ ہے۔ چونکہ ان علماء کے مطابق سعودی ریاست کی بنیاد قرآن و سنت ہیں، اس لیے خروج کے معاملے میں ان تمام علماء کی رائے بالکل ایک سی ہے۔ ان کے مطابق حکمرانوں کے خلاف خروج کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ اس سے ملک میں فتنہ پھیلنے کا اندیشہ ہے۔ اور اس کے لیے وہ مندرجہ ذیل آیات اور احادیث بطور ثبوت پیش کرتے ہیں((وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ))"اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رکھو "(آلِ عمران :103) اور یہ آیت: ((يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ)) "اطاعت کرو اللہ کی اوراطاعت کرو اس کے رسول ﷺ کی اور اپنے میں سے اہلِ اقتدار کی" (النساء : 59) ،یا یہ حدیث: «مَنْ خَلَعَ يَدًا مِنْ طَاعَةٍ، لَقِيَ اللهَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَا حُجَّةَ لَهُ وَ مَن مَاتَ وَ لَيسَ فِي عُنُقِهِ بَيعَة مَاتَ مِيتَة جَاهِلِيّه» "اور جو شخص اطاعت سے ہاتھ کھینچ لے وہ آخرت میں اللہ کے سامنے ایسے پیش ہو گا کہ اس کے پاس کوئی جواز نہ ہو گا اور جو اس حالت میں مرا کہ اس کی گردن پر اطاعت کی بیعت کا طوق نہ ہو۔ وہ جاہلیت کی موت مرا"(مسلم)۔ ان آیات اور احادیث کو بنیاد بنا کر جو رائے سعودی علماء کی طرف سے آتی ہے، وہ سعودی حکمرانوں کے خلاف خصوصی طور پر اور مسلم دنیا کے حکمرانوں کے خلاف عمومی طور پر کسی بھی قسم کے خروج کی کسی طور پر بھی اجازت نہیں دیتی۔

(4) modernist سکالرز کی رائے

خروج کے معاملے میں modernist سکالرز کے مطابق قرآن میں خروج کا کہیں بھی ذکر نہیں آیا، احادیث میں بھی صرف خروج کے کرنے یا نہ کرنے کا ذکر ہے، اس کے طریقۂ کار کے بارے میں کچھ بھی واضح نہیں ہے۔ ہاں جو موٹے موٹے اصول قرآن و سنت سے ثابت ہوتے ہیں ان کے مطابق مندرجہ ذیل تمام افعال کا ثابت ہونا لازم ہے۔

1) حکمران جبری آمر یعنی ڈکٹیٹر ہو۔

2) وہ کوئی ایسی چیز جو کہ کفر ہو اس کا نفاذ کرے یعنی کہ نماز کی اجازت نہ دے۔

3) وہ شخص جو خروج کرے وہ پہلے اپنی جماعت تیار کرلے تاکہ وہ خروج کے بعد حکمرانی کرسکے۔

4) جو شخص خروج کرنے والی جماعت کا سربراہ ہو، اسے عوام کی اکثریت کی حمایت حاصل ہو یعنی کہ زمین اور آسمان گواہی دیں کہ یہ شخص مسلمانوں کا امیر بننے کے مستحق ہے۔

پاکستان کے ایک modernist سکالر کے مطابق دور جدید میں ان اصولوں پر اس خطے میں پورا اترنے والا صرف ایک ہی شخص تھا جو کہ محمد علی جناح تھے۔ اور وہ خروج کرنے میں کامیاب ہوئے۔

(5) سیّد ابوالاعلیٰ مودودی کی رائے:

زمانۂ جدید کے حوالے سے مولانا مودودی نے خروج کے معاملے میں اپنی رائے اپنی کتاب خلافت و ملوکیت میں دی ہے اور یہ رائے انھوں نے اس مسئلے پر ایک طویل بحث کے بعد دی ہے۔ اس بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ ان کے مطابق اہلسنت کے درمیان خروج کے مسئلے پر بنیادی طور پر اختلاف رہا ہے۔ ان کے مطابق امام ابو حنیفہ کے نزدیک خروج کے جائز ہو جانے کے لیے کڑی شرائط کا پورا ہونا لازمی ہے۔ جیسے کہ :

1) کھلم کھلا کفرِ بواح کا ثابت ہونا

2) جس جماعت نے خروج کرنا ہے ان کے پاس اتنی طاقت اور وسائل ہونا کہ وہ کم از کم خون بہا کر اقتدار کو تبدیل کرسکیں۔

اسی وجہ سے امام ابو حنیفہ نے زید بن علی کے لیے فتویٰ ضرور دیا جب انھوں نے عباسیوں کے خلاف خروج کا اعلان کیا مگر ان کی مالی مدد نہ کی کیونکہ ان کے مطابق زید بن علی کے حواری ان کا ساتھ چھوڑ جائیں گے۔ اور یہ مقدار خروج کے لیے ناکافی ہے۔ اس کے بعد امام ابو حنیفہ نے محمد ذو النفس الزکیہ (محمد بن عبد اللہ) کے بنو عباس کے خلاف خروج کی بھی کھلم کھلا مدد کی اور ہمدردی دکھائی جس کے بدلے میں امام ابو حنیفہ کو جسمانی تشدد کا نشانہ بھی بنایا گیا مگر وہ اپنی شرعی دلیل کی بنیاد پر اپنی بات پر قائم رہے۔ اسی دور میں امام مالک کا طرز عمل بھی بالکل ویسا ہی تھا جب ان سے پوچھا گیا کہ ہماری گردنوں میں تو خلیفہ منصور کی بیعت ہے تو ہم دوسرے مدعی خلافت کا ساتھ کیسے دے سکتے ہیں تو اس پر انہوں نے فتویٰ دیا کہ عباسیوں کی بیعت جبری ہے اور ہر عقد جو جبری ہو وہ باطل ہے۔ جس کی وجہ سے مدینہ کے گورنر جعفر نے امام مالک کو کوڑے لگوائے جن سے انکا ہاتھ شانے سے اکھڑ گیا۔

مولانا مودودیؒ نے امام حسین کی مثال بھی دی ہے۔ بیشتر صحابہ جو کہ اس وقت زندہ تھے انہوں نے امام حسین کے یزید کے خلاف مہم کی اس وجہ سے قطعی طور پر ممانعت نہیں کی تھی کہ یہ کوئی حرام فعل تھا بلکہ جس جس نے بھی انہیں روکا تھا وہ صرف اس بنیاد پر تھا کہ اہل عراق قابل اعتماد نہیں ہیں اور ان کے خطوط ملنے کے بعد ان کی حمایت کو اپنے لیے کافی نہ سمجھیں اور اپنے آپ کو کسی خطرے میں نہ ڈال لیں۔ یعنی یہاں اختلاف تدبیر کے لحاظ سے تھا نہ کہ جواز و عدم جواز کے لحاظ سے۔ اس بحث کے درمیان میں ہی مولانا مودودی اپنی رائے کو پیش کرتے ہیں کہ یزید کے تسلط کے دوران اور اس کے بعد کا جو نظام تھا وہ ملوکیت تھی اور اس کے خلاف بزور شمشیر خروج جائز تھا۔ اور یہ ان کی کتاب میں سے ایک سطر ہے کہ: کیونکہ یزید، حجاج بن یوسف اور دیگر بنو عباس کے جابر حکمرانوں نے "پُرامن جمہوری" طریقوں سے تبدیلی کا کوئی راستہ کھلا نہ چھوڑا تھا۔" پس اس رائے کا خلاصہ یہ ہے کہ آج کے دور میں بھی خروج جائز ہو سکتا تھا اگر تبدیلی کے لیے کوئی پُرامن جمہوری طریقہ دستیاب نہ ہوتا۔ مگر چونکہ آج جمہوریت کے ذریعے ایک مکمّل اسلامی تبدیلی لائی جاسکتی ہے، اس لیے آج کے دور میں ہتھیاروں کے ذریعے خروج کا کوئی جواز نہیں۔

اب ہم ان تمام آراء کی حقیقت کی طرف آتے ہیں۔

(1) جہاں تک پہلی رائے کا تعلق ہے تو یہ رائے کلاسیکل فقہاء کی اجتماعی رائے میں سے ہی ہے۔ اور اس حقیقت کا ذکر ہم بعد میں ہی کریں گے۔

جہاں تک ان (اصلاحی علماء) کی دوسری رائے کا تعلق ہے۔ تو اس میں قرآن کی آیت میں لفظ خَرَجَ کا غلط مفہوم لیا گیا ہے۔ جس کا مطلب ہوتا ہے "باہر نکلنا" اور اس کا اطلاق خروج پر کیا گیا ہے جس کا مطلب ہے "بے دخل کرنا" اسی طرح یہ کہنا کہ ہم 3 دن یا 40 دن یا 4 ماہ خروج کرتے ہیں صحیح نہیں کیونکہ یہ شرعی اور لغوی دونوں معانی کے موافق نہیں بیٹھتا۔

اور جہاں تک ان واقعات کا تعلق ہے جن میں رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام کی جماعتوں کی تشکیل کی اور ان کو مختلف علاقوں میں بھیجا تو یہ کام انھوں نے بطور سربراہِ ریاست کیا نہ کہ کسی جماعت کے سردار کے طور پر۔ معاذ بن جبلؓ کے یمن بھیجے جانے والے واقعے کی بھی حقیقت یہ ہے کہ جنوبی جزیرہ نمائے عرب سے فارس کے اثرورسوخ کے خاتمے کے بعد وہاں کے حکمران گروہ "اَبنا" نے مسلمانوں سے مدد مانگی اور کہا کہ ہمارے علاقے کے لوگ مسلمان ہوگئے ہیں آپ ان میں دین کی سمجھ اور فیصلے کرنے کے لیے کسی کو بھیجیں۔ جس پر رسول اللہ ﷺ نے معاذ بن جبلؓ کو وہاں پر احکام صلاۃ اور احکام زکوۃ کو قائم کرنے کے لیے بھیجا۔ اسی لیے رسول اللہ ﷺ کے وہ اعمال جو کہ ایک ریاست کے حکمران کے طور پر کیے گئے ان کو ایک جماعت کے کام پر قیاس کرنا درست نہیں۔ اسی طرح خروج کا معاملہ حکمران کو پُرامن طریقہ سے یا بزورِ شمشیر ہٹانے کا ہے نہ کہ اپنے گھروں سے نکل کر لوگوں کو عبادات کی طرف بلانے کا۔

2) سلفی رائے کی حقیقت:

آج کل ایک فاش غلطی جو سلفی اور تکفیری علماء کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ وہ کلاسیکل فقہاء کی خروج کی رائے کو لے کر اس کا اطلاق آج کے دور پر کر دیتے ہیں۔ جس کی وجہ سے وہ دو مختلف مناط پر ایک ہی حکم لاگو کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ دو مختلف حقیقتیں اس لیے ہیں کہ ایک حقیقت اسلامی ریاست کی ہے، جس میں حکمران اسلام کے احکامات میں سے کسی ایک یا ایک سے زائد حکم پر کفرِ بواح شروع کر دے۔ اور دوسری حقیقت ایسی ریاست کی ہے جس کی بنیاد ہی کفر پر ہو اور اس کے خدوخال اور ریاستی ڈھانچے بھی کفریہ ہوں اور اس میں کفر نافذ ہوتے ہوتے مستحکم ہو گیا ہو۔ پہلی صورت میں یعنی جب اسلامی ریاست میں حکمران اسلام کے احکامات میں سے کسی ایک یا ایک سے زائد حکم پر کفرِ بواح شروع کر دے اور ان کفریہ قوانین کے نفاذ کو واپس لینے کے لیے تیار نہ ہو تو پھر اسے تلوار کے ذریعے ہٹایا جائے گا۔ مگر دوسری صورت میں کہ جب کفریہ ریاست کی بجائے ایک نئی ریاست کو اسلام کی بنیاد پر وجود میں لانا ہو تو پھر رسول اللہ ﷺ کے اس طریقہ کار کی اتباع کی جائے گی جو آپ ﷺ نے مکہ میں اختیار کیا یعنی ایک گروہ کی تشکیل، معاشرے میں فکری و سیاسی جدوجہد اور نصرۃ کے حصول کے ذریعے نئی ریاست کا قیام۔

3) سعودی علماء کی رائے کی حقیقت

جہاں تک سعودی علماء کی رائے کا تعلق ہے، تو ان کا یہ دعویٰ کرنا کہ سعودی بادشاہت قرآن و سنت کی بنیاد پر قائم ہے قطعی طور پر غلط ہے کیونکہ سعودی ریاست اپنے نظام اور اپنے خدوخال سے ہر گز وہ شرائط پوری نہیں کرتی جو کہ اسے ایک اسلامی ریاست بنائیں۔ اور جن آیات کا حوالہ سعودی علماء دیتے ہیں وہ صرف اسی حکمران کی اطاعت کی بات کرتی ہیں، جو کہ اسلامی ریاست یعنی خلافت میں اللہ کی وحی کو مکمل طور پر نافذ کرے۔ اسی لیے اپنے حکمرانوں کے خلاف خروج کو روکنا کلاسیکل فقہاء کے نقطہ نظر سے غلط ہے۔

4) modernist سکالرز کی رائے کی حقیقت

modernist سکالرز کی رائے خروج کے متعلق مناط کی ایک غلط سمجھ دیتی ہے۔ ان کے نزدیک ریاست کے کفر ہونے کا تعلق جمہوریت کے ذریعے حکمرانی، یا پھر حدود کا منقطع ہو جانا نہیں ہے بلکہ اگر کوئی ریاست نماز سے روکے تو صرف تب ہی وہ کفرِ بواح کی مرتکب ہوگی۔ اگر بالفرض اس رائے کو ٹھیک مان لیا جائے تو پھر امریکہ یا اسرائیل غیر اسلامی ریاستیں نہیں رہتیں کیونکہ وہاں بہرحال نماز پڑھنے کی اجازت ہے۔ اسی لیے modernist سکالرز کی خروج کے معاملے میں رائے ٹھیک نہیں ہے کیونکہ اس نے مناط کا ہی غلط ادراک کیا ہے۔

5) مولانا مودودیؒ کی رائے کی حقیقت:

اگرچہ مولانا مودودی نے اپنی کتاب " خلافت اور ملوکیت" میں کلاسیکل فقہاء جیسا کہ امام ابو حنیفہ اور امام مالک کے خروج کے متعلق دلائل کو بڑے احسن پیرائے میں بیان کیا ہے۔ مگر جب آج کل کے دور میں جو حکمران کفرِ بواح نافذ کر رہا ہے اس کو ہٹانے کی بات آئی تو انھوں نے یہ حقیقت بیان کر دی کہ اُس زمانے میں چونکہ تبدیلی کے لیے کوئی پُرامن جمہوری طریقہ نہیں تھا اس لیے اُس وقت خروج ہو سکتا تھا، مگر آج نہیں، کیونکہ اب ہمارے پاس حکمرانوں کو ہٹانے کے لیے ایک پُرامن جمہوری طریقہ دستیاب ہے۔ یہ رائے بھی اسی بنیاد پر غلط ہے کہ ہمیں خروج کی دلیل کو چھوڑنے کے لیے اور جمہوری طریقے کو اپنانے کے لیے قرآن و سنت سے دلیل چاہیے۔ محض حقیقت کے متعلق ایک مفروضہ قائم کر کے کہ اس وقت کوئی پرامن جمہوری طریقہ موجود نہیں تھا، یہ دعویٰ کر دینا کہ اب ہمیں شرعی طریقہ چھوڑ کر کوئی دوسرا طریقہ اپنانا ہو گا، یہ انداز اپنی بنیاد سے ہی غلط ہے۔

(6) کلاسیکل فقہاء کی رائے:

خروج سے متعلق کلاسیکل فقہاء کی رائے اسلامی ریاست میں کفرِ بواح کے نفاذ سے تعلق رکھتی ہے نہ کہ ایک ایسی کفریہ ریاست جو بنیاد سے ہی کفر پر مبنی ہو۔ اس لیے اس رائے کا اطلاق آج کے دور پر کرنا ٹھیک نہیں کیونکہ آج کوئی بھی ریاست ایسی نہیں جس کی بنیاد کفر پر مبنی نہ ہو اور جس میں قانون کے ماخذ اور ریاستی ڈھانچے تک کفر پر مبنی نہ ہوں۔ لہٰذا ہم اِن کلاسیکل فقہاء کی رائے ، جو کہ اس وقت کی حقیقت کے مطابق تھی، لے کر آج کی حقیقت پر نافذ نہیں کر سکتے بلکہ موجودہ حقیقت میں حکمرانوں کی تبدیلی کے لئے نئے اجتہاد کے ذریعے قرآن و سنت سے حکم شرعی اخذ کرنے کی ضرورت ہے۔

اس ضمن میں حزب التحریر کے پہلے امیر شیخ تقی الدین النبہانی نے ان حکمرانوں اور ان کفریہ نظاموں کو اسلام سے تبدیل کرنے کے لیے ایک مکمل اجتہاد کیا ہے جس کی تفصیلات ہمیں حزب التحریر کی کتاب "تبدیلی کے لیے حزب التحریر کا منہج" میں مل سکتی ہیں۔ حزب التحریر کی رائے کے مطابق آج تبدیلی لانے کے لیے خروج صحیح طریقہ نہیں ہے کیونکہ آج کے دور کے معاشرے رسول ﷺ کے مکی دور کے معاشرے سے مشابہت رکھتے ہیں، کہ جب کفر ہی نافذ تھا اور جس کو رسول ﷺ نے ایک فکری اور سیاسی جدوجہد اور طلبِ نصرۃ کے ذریعے اسلام سے تبدیل کیا تھا۔ آج کے دور میں تبدیلی لانے کے لیے یہی طریقہ ہی صحیح ہے۔

بقیہ صفحہ 11 سے

رسول اللہ ﷺ خود ان اہل قوت سے ملے اور ان سے اس دین کے لئے نصرۃ طلب فرمائی۔ آپ ﷺ نے اسلام کو ایک ریاست کی شکل میں قائم کرنے کے لئے نصرۃ کے حصول میں قریب اور دور کا سفر اختیار کیا اور اس بات کی پرواہ نہیں کی کہ اس راہ میں مشکلات آئیں گی یا آسانیاں۔ آپ ﷺ نے ان لوگوں کی قوت کو جاننے کے لئے ان سے ان کے متعلق تفصیلات جانی اور پوچھا، و هل عند قومك منعة؟ "کیا تمہارے لوگوں میں طاقت و قوت ہے؟ اور ان لوگوں کی مدد کو مسترد کر دیا جو اسلام کو اس کے دشمنوں سے بچانے کی قوت نہیں رکھتے تھے۔ لہٰذا آپ ﷺ کئی قبائل سے ملے جن میں بنو کلب، بنو حنیفہ، بنو عامر بن صعصعہ ، بنو کندہ اور بنو شیبان شامل تھے۔ رسول اللہ ﷺ اس راہ پر صبر و استقامت کے ساتھ چلتے رہے یہاں تک کہ اللہ نے انصار کے ذریعے نصرۃ عطا فرمادی جو تعداد میں تو کم تھے لیکن انتہائی مخلص اور بہادر لوگ تھے۔

نصرۃ کی فراہمی وہ راستہ ہے جس پر ہماری افواج کو اب لازمی چلنا چاہیے کیونکہ اس ذمہ داری سے نظریں چرانا ان کے لئے گناہ کا باعث ہے اور اس کو پورا کرنے پر بہت بڑا اجر ہے۔ یہاں ہم افواج کو ان ہی میں سے ان سے پہلے آنے والے ان کے ایک بھائی، انصار کے سعد رضی اللہ عنہ کے متعلق بتانا چاہتے ہیں۔ جب سعد رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو اور ان کی والدہ شدت غم سے رو پڑی تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں آگاہ کیا کہ، ليرقأ (لينقطع) دمعك، ويذهب حزنك، فإن ابنك أول من ضحك الله له واهتز له العرش "تمہارے آنسو رُک جائیں اور تمہارا غم ہلکا ہو جائے اگر تم یہ جان لو کہ تمہارا بیٹا وہ پہلا شخص ہے جس کے لئے اللہ سبحانہ و تعالیٰ مسکرائے اور اس کا عرش ہل گیا"(الطبرانی)۔ لہٰذا ہم افواج پاکستان کے افسران سے پوچھتے ہیں کہ کون آج کا سعد بننا چاہے گا؟ آئیں اور پاکستان کو خلافت کے قیام کا نقطہ آغاز بنائیں، وہ خلافت جو ان سرحدوں کو مٹا دے گی جس نے مسلمانوں کو تقسیم کیا ہوا ہے، اور انہیں ایک طاقتور ریاست میں یکجا کرے گی اور پوری دنیا میں اسلام کے نور اور انصاف کو پہنچانے کا ذریعہ ثابت ہو گی۔

بقیہ صفحہ 22 سے

﴿وَاعْتَصِمُواْ بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعاً وَلاَ تَفَرَّقُواْ وَاذْكُرُواْ نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنتُم أَعْدَآءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُم بِنِعْمَتِهِ إِخْوَاناً وَكُنتُمْ عَلَى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَأَنقَذَكُمْ مِّنْهَا كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ ءَايَتِهِ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ﴾

"اللہ کی رسی کو سب مل کر مضبوطی سے تھام لو اور پھوٹ نہ ڈالو اور اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کو یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی، پس تم اس کی مہربانی سے بھائی بھائی ہو گئے، اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پہنچ گئے تھے تو اس نے تمہیں بچا لیا۔ اللہ تعالیٰ اس طرح تمہارے لیے اپنی نشانیاں بیان کرتا ہے تاکہ تم ہدایت پاؤ"(آل عمران:103)

ثابت قدمی اور سختیاں برداشت کرنا

تحریر: سرورالدین

جب ام المومنین خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کو دعوت کی اُس ذمہ داری کو ادا کرتے ہوئے دیکھا جو کہ آپ ﷺ کو سونپی گئی تھی اور جس کو ادا کرتے ہوئے آپ ﷺ تھک جاتے تھے،اور اس راستے میں طرح طرح کی اذیتوں کا سامنا ہوتا تھا؛تو خدیجہ نے رسول اللہ ﷺ سے کہا: اے میرے چچا کے بیٹے تھوڑا آرام کیا کرو، اس پر رسول اللہ ﷺ نے یہ جواب دیا: لا راحة بعد اليوم يا خديجه " اے خدیجہ آج کے بعد کوئی آرام نہیں"۔

بھائیو دعوت کی ذمہ داری کی اہمیت کی وجہ سے آپ ﷺ نے راحت ترک کرنے اور جان کی بازی لگانے کا اعلان کر دیا، پھر اس راستے میں آپ ﷺ نے وہ مصائب برداشت کیے کہ کسی نبی نے نہیں کیے تھے، دعوت کا علمبردار ہونے کے ناطے ہر شاب کو آپ ﷺ کی حیات طیبہ کو پیش نظر رکھنا چاہیے ، یہ مصائب ہر طرح کے ہوسکتے ہیں،اس میں غیروں سے پہلے اپنوں کی نفرت کا سامنا ہو سکتاہے،اس میں اہل اقتدار کی چیرہ دستیوں سے واسطہ پڑ سکتاہے، اس میں روزگار کے اسباب سے ہاتھ دھونا پڑ سکتاہے، بلکہ اس میں اپنی جان سے بھی گزرنا پڑ سکتاہے۔

اسلامی ریاست قائم ہونے سے پہلے مکہ مکرمہ میں رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام کے ساتھ جو کچھ ہوا اس میں ہمارے لیے بڑا سبق ہے ،کیونکہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کے علاوہ کون ہمارے لیے نمونہ ہو سکتاہے،اسی طرح ایک عظیم جدو جہد کے بعد اللہ نے ان کو جس عظیم ریاست سے نوازا وہ بھی ہمارے لیے امید اور تسلی کی بات ہے اور اللہ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔

عن جبير بن نفير عن أبيه قالَ: جلسنا إلى المقداد بن الأسود رضي الله عنه يوماً فمرَّ به رجل، فقالَ: طوبى لهاتين العينين اللتين رأتا رسول الله صلى الله عليه وسلم؛ والله لودِدنا أنا رأينا ما رأيت، وشهدنا ما شهدت ؛ فاستمعت – أي نفير – فجعلت أعجب! ما قالَ إلاّ خيراً. ثمّ أقبل عليه المقداد فقالَ: ما يحمل أحدَكم على أن يتمنى محضراً غيّبه الله عزّ وجلّ عنه، لا يدري لو شهده كيف كان يكون فيه. والله! لقد حضر رسولَ الله صلى الله عليه وسلم أقوامٌ – كبَّهم الله عزّ وجل على مناخرهم في جهنم – لم يجيبوه ولم يصدِّقوه، أو لا تحمدون الله إذ أخرجكم الله عزّ وجلّ لا تعرفون إلاّ ربكم مصدقين بما جاء به نبيكم صلى الله عليه وسلم وقد كُفيتم البلاءَ بغيركم ؟ والله! لقد بعث النبي صلى الله عليه وسلم على أشدّ حال بعث عليه نبي من الأنبياءِ في فترة وجاهلية ما يرون ديناً أفضل من عبادة الأوثان. فجاء بفرقان فرّق به بين الحق والباطل، وفرق بين الوالد وولده، حتى إن الرجل ليرى والده أو ولده أو أخاه كافراً وقد فتح الله تعالى قفل قلبه للإيمان، ليعلم أنه قد هلك من دخل النار فلا تقر عينه وهو يعلم أن حميمه في النار: وإنها للتي قالَ الله عزّ وجلّ : ربنا هب لنا من أزواجنا وذرياتنا قرة أعين (الفرقان 74) (أخرجه أبو نعيم في الحلية، والطبراني بأسانيد في أحدها يحي بن صالح وثقه الذهبي وبقية رجاله رجال الصحيح)

"جبیر بن نفیر نے اپنے باپ سے نقل کیا ہے کہ: ایک دن ہم المقداد بن الاسود رضی اللہ عنہ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک آدمی ان کے پاس سے گزرا، اور ان سے کہا: بھلا ہو ان دونوں آنکھوں کا جنھوں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا؛ اللہ کی قسم! ہماری خواہش ہے کہ ہم بھی وہ دیکھ لیتے جو تم نے دیکھا، ہم وہاں حاضر ہوتے جہاں تم حاضر تھے؛ میں (یعنی بننفیر) نے سن لیا (مجھے اچھا لگا! اچھی بات کی۔ پھر المقداد اس شخص کے پاس آیا اور کہا: کیوں تم میں سے کوئی ایسا منظر دیکھنے کی تمنا کرتا ہے جس کو اللہ نے اس کو نہیں دکھایا؟ اس کو معلوم نہیں کہ وہ دیکھ لیتا تو اس کا کیا حال ہوتا۔ اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ کا واسطہ ایسی قوم سے ہوا اللہ ان کو اوندھے منہ جہنم میں ڈال دے جنہوں نے آپ ﷺ کی بات نہ سنی اور آپ ﷺ کی تصدیق نہیں کی، تم اس بات پر اللہ کا شکر کیوں ادا نہیں کرتے کہ اللہ عزوجل نے تمہیں ایسی حالت میں پیدا کیا کہ تم نے آنکھ کھولتے ہی اپنے رب کو پہچانا اور اور اس چیز کی تصدیق کی جو تمہارے نبی ﷺ لے کر آئے تھے، تمہیں آزمائش سے بچایا گیا؟ اللہ کی قسم! نبی ﷺ تمام انبیاء میں سے سب سے سخت وقت میں مبعوث کیے گئے، یہ جاہلیت کا ایسا زمانہ تھا کہ لوگ بت پرستی کو ہی سب سے افضل دین سمجھتے تھے۔ آپ ﷺ ہی وہ فرقان لے کر آئے جس نے حق اور باطل میں فرق کیا، جس سے باپ بیٹے میں جدائی آئی، ایسی حالت پیدا ہوگئی کہ ایک شخص اپنے بیٹے یا باپ کو کافر دیکھتا اور خود مسلمان ہو چکا ہوتا اور اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتا کہ یہ پیارا جہنم میں جا رہاہے اور اس کی آنکھیں ٹھنڈی نہ ہو جاتی انہی لوگوں کے بارے میں اللہ نے یہ آیت اتاری کہ (ربنا هب لنا من أزواجنا وذرياتنا

قرة أعين) " اے ہمارے رب ہماری ازواج اور اولاد کو ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک کا ذریعہ بنا" ۔(الفرقان: 74) اس کو ابو نعیم نے "الحلیۃ" میں اور "الطبرانی" نے بھی قابل اعتماد راویوں سے نقل کیا ہے۔

وعن أنس رضي الله عنه قالَ: قالَ رسول الله صلى الله عليه وسلم: لقد أُوذيت في الله وما يؤذى أحد، وأُخفت في الله وما يخاف أحد، ولقد أتت عليّ ثلاثون من بين يوم وليلة وما لي ولبلال ما يأكله ذو كبد، إلاّ ما يواري إبْط بلال.(أخرجه أحمد وابن حبان في صحيحه، والترمذي وقالَ: هذا حديث حسن صحيح).

انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا" : مجھے اللہ کی راہ میں ایسی اذیت دی گئی جو کسی کو بھی نہیں دی گئی، مجھے اللہ کی راہ میں ایسا خوفزدہ کیا گیا جیسا کسی کو نہیں کیا گیا، میرے اوپر ایسے تیس دن اور رات گزرے کہ میرے اور بلال کے پاس کسی ذی روح کے کھانے کے قابل کوئی چیز نہیں تھی سوائے اُس کے جسے بلال اپنی بغل میں چھپا سکتا ہو " اس کو احمد، ابن حبان نے اپنے صحیح میں روایت کی ہے، ترمذی نے بھی یہ کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

وعن عقيل بن أبي طالب رضي الله عنه قالَ: جاءت قريش إلى أبي طالب فقالوا: يا أبا طالب! إن ابن أخيك يأتينا في أفنيتنا وفي نادينا فيسمعَنا ما يؤذينا به، فإن رأيت أن تكفَّه عنا فافعل. فقالَ لي: يا عقيل! التمس لي ابن عمك فأخرجته من كِبس - بيت صغير- من أكباس أبي طالب. فأقبل يمشي معي يطلب الفيء يمشي فيه فلا يقدر عليه حتى انتهى إلى أبي طالب. فقالَ له أبو طالب: يا ابن أخي: والله! ما علمت أن كنت لي لمطاعاً، وقد جاء قومك يزعمون أنك تأتيهم في كعبتهم وفي ناديهم تسمعهم ما يؤذيهم، فإن رأيت أن تكف عنهم. فحلّق صلى الله عليه وسلم ببصره إلى السماءِ فقالَ: والله! ما أنا بأقدر أن أدع ما بُعثت به من أن يشعل أحدكم من هذه الشمس شعلة من نار. فقالَ أبو طالب: والله ما كذب ابن أخي قط ارجعوا راشدين .(الطبراني وأبو يعلى ورجال أبي يعلى رجال الصحيح)

عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ: قریش ابو طالب کے پاس آئے اور کہا: اے ابو طالب! تمہارا بھتیجا ہماری محفلوں اور مجلسوں میں آ کر ایسی باتیں کرتا ہے کہ ان سے ہمیں دکھ ہوتا ہے، بہتر ہے کہ آپ ان کو اس سے منع کریں، اس پر انہوں نے مجھے کہا: اے عقیل! اپنے چچازاد کو میرے پاس لے آو۔ تو میں نے آپ ﷺ کو ابو طالب کے ایک چھوٹے سے کمرے میں ڈھونڈ لیا ، آپ ﷺ سایوں میں ہوتے ہوئے میرے ساتھ چلے مگر چلنے میں مشکل پیش آ رہی تھی یہاں تک کہ ابو طالب کے پاس پہنچ گئے، ابو طالب نے کہا: بھتیجے: اللہ کی قسم! میں نہیں جانتا کہ تم میری بات مانو گے یا نہیں، تمہاری قوم آئی تھی اور ان کا خیال ہے کہ تم ان کے کعبہ اور دوسری محفلوں میں جا کر ایسی باتیں کرتے ہو جن سے ان کو تکلیف ہوتی ہے، اگر اس سے باز آ جاو تو بہتر ہو گا۔ آپ ﷺ نے آسمان کی طرف دیکھا اور فرمایا: اللہ کی قسم! میں اس چیز کو چھوڑنے پر جس کے ساتھ بھیجا گیا ہوں اتنا قادر بھی نہیں جتنا کہ تم میں سے کوئی اس سورج سے کوئی چنگاری لانے پر قادر ہے۔ اس پر ابو طالب نے کہا: میرا بھتیجا کبھی جھوٹ نہیں بولتا تم لوگ اپنی راہ لو"(الطبرانی اور ابو یعلی)۔

وعن أبي هريرة رضي الله عنه قالَ: قالَ لما مات أبو طالب تجهَّموا بالنبي صلى الله عليه وسلم فقالَ: يا عم ما أسرع ما وجدت فقدك (أخرجه أبو نعيم في الحلية)

ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ: جب ابو طالب کا انتقال ہو گیا تو مشرکین نے رسول اللہ ﷺ پر یلغار کر دی، اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے چچا! مجھے بہت جلد تمہیں کھونے کا احساس ہوا۔(اس کو ابو نعیم نے الحلیۃ میں نقل کیا ہے)۔

رسول اللہ ﷺ کو مصائب کا سامنا رہا:

وعن عروة رضي الله عنه قالَ: سألت ابن العاص رضي الله عنه فقلت: أخبرني بأشدِّ شيء صنعه المشركون برسول الله صلى الله عليه وسلم. قالَ: بينما النبي صلى الله عليه وسلم يصلي في حِجْر الكعبة إذ أقبل عليه عقبة ابن أبي مُعَيط فوضع ثوبه على عنقه فخنقه خنقاً شديداً، فأقبل أبو بكر رضي الله عنه حتى أخذ بمنكبه ودفعه عن النبي صلى الله عليه وسلم وقالَ: أتقتلون رجلاً أن يقول ربي الله وقد جاءكم بالبينات من ربكم (سورة المؤمن:28) والحديث للبخاري

عروۃ سے روایت ہے کہ انہوں نے ابن العاص سے پوچھا کہ: مجھے مشرکین کی جانب سے رسول اللہ ﷺ کو دی گئی شدید ترین اذیت کے بارے میں بتایئے، انہوں نے کہا: ایک بار رسول اللہ ﷺ کعبہ کے پاس نماز پڑھ رہے تھے اچانک عقبۃ بن ابی معیط آ گیا اور اپنا کپڑا آپ ﷺ کے گلے میں ڈال کر آپ ﷺ کا گلہ سخت دبا یا، اتنے میں ابو بکر رضی اللہ عنہ آئے اور اس کے مونڈھے سے پکڑ کر اس کو رسول اللہ ﷺ سے ہٹا دیا اور کہا: (أتقتلون رجلاً أن يقول ربي الله وقد جاءكم بالبينات من ربكم) "کیا تم اس آدمی کو قتل کرتے ہو جو کہتا ہے کہ میرا رب اللہ

ہے اور وہ اپنے رب کے پاس سے نشانیاں بھی لے کر آیا ہے"،(سورہ مومن:28) (حدیث بخاری)۔

وأخرج أبو يعلى عن أنس بن مالك رضي الله عنه قالَ: لقد ضربوا رسول الله صلى الله عليه وسلم مرة حتى غشي عليه، فقام أبو بكر رضي الله عنه فجعل ينادي: ويلكم! أتقتلون رجلا أن يقول ربي الله، فقالوا: من هذا ؟ فقالوا: أبو بكر المجنون، فتركوا الرسول صلى الله عليه وسلم وأقبلوا على أبي بكر ؛(رجاله رجال الصحيح، وأخرجه الحاكم أيضا وقالَ: صحيح على شرط مسلم، ولم يخرجاه)

ابو یعلی نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ: ایک بار رسول اللہ ﷺ کو اس قدر مارا گیا کہ آپ بیہوش ہو گئے تو ابو بکر رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر پکارنے لگے کہ: تمہارے لیے ہلاکت ہو! تم اس آدمی کو قتل کر رہے ہو جو کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے، لوگوں نے کہا یہ کون ہے؟ بتایا گیا کہ: ابو بکر مجنون ہے ،انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ دیا اور ابو بکر پر ٹوٹ پڑے،(اس کے راوی قابل اعتماد ہیں اور الحاکم نے بھی اس کو روایت کیا ہے)۔

وعن عبد الله بن مسعود رضي الله عنه قالَ: بينا رسول الله صلى الله عليه وسلم في المسجد وأبو جهل بن هشام وشيبة وعتبة ابنا ربيعة وعُقبة بن أبي معيط وأمية بن خلف ورجلان آخران كانوا سبعة وهم في الحِجر ورسول الله صلى الله عليه وسلم يصلي، فلما سجد أطال السجود. فقالَ أبو جهل: أيكم يأتي جزور بني فلان فيأتينا بفَرْثها فنكفؤه على محمّد، فانطلق أشقاهم عقبة بن أبي معيط فأتى به فألقاه على كتفيه ورسول الله صلى الله عليه وسلم ساجد، قالَ ابن مسعود: وأنا قائم لا أستطيع أن أتكلم ليس عندي منعة تمنعني فأنا أذهب، إذ سمِعتُ فاطمة بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم فأقبلت حتى ألقت ذلك عن عاتقه ثمّ استقبلت قريشاً تسبهم فلم يرجعوا إليها شيئاً (أخرجه البزار والطبراني قالَ الهيثمي: وفيه: الأجْلَح بن عبد الله الكِندي وهو ثقة عند ابن معين وغيره، وأخرجه أيضاً أبو نعيم في دلائل النبوة)

عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: ایک بار جب رسول اللہ ﷺ سجدے میں تھے ابو جہل بن ہشام، شیبہ اور عتبہ بن ربیعہ ، عقبہ بن ابی معیط، امیہ بن خلف اور دو اور آدمی رسول اللہ کے پاس تھے، جب آپ ﷺ نے سجدہ لمبا کیا تو ابو جہل نے کہا: کون بنی فلاں کی اوجڑیاں لائے گا گوبر کے ساتھ ہم اس کو محمد (ﷺ) پر لاد دیں گے، ان میں سے بدبخت ترین شخص عقبہ بن ابی معیط چلا گیا اور لے آیا اور اس کو رسول اللہ ﷺ کے کندھوں پر رکھا گیا آپ ﷺ سجدے میں ہی تھے، ابن مسعود کہتے ہیں کہ: میں کھڑا تھا مگر بات بھی نہیں کر سکتا تھا کیوں کہ مجھے بچانے والا بھی کوئی نہیں تھا، میں جانے لگا تو دیکھا کہ فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ یہ سن کر آ گئیں اور اس کو رسول اللہ ﷺ کے کندھوں سے گرا دیا اور پھر قریش کی طرف منہ کر کے ان کو برا بھلا کہا " (اس کو البزار اور الطبرانی نے نقل کیا ہے).

وعن عروة بن الزبير رضي الله عنهما قالَ: ومات أبو طالب وازداد البلاء على رسول الله صلى الله عليه وسلم شدة فعمِد إلى ثقيف يرجو أن يؤووه وينصروه، فوجد ثلاثة نفر منهم سادة ثقيف وهم إخوة: عبد يا ليل بن عمرو وحُبيب ابن عمرو ومسعود بن عمرو ؛ فعرض عليهم نفسه وشكا إليهم البلاء وما انتهك قومه منه. فقالَ أحدهم أنا أسرق ثياب الكعبة إن كان الله بعثك بشيء قط، وقالَ الآخر: والله! لا أكلمك بعد مجلسك هذا كلمة واحدة أبداً، لئن كنت رسولاً لأنت أعظم شرفاً وحقاً من أن أكلمك ؛ وقالَ الآخر: أعَجَزَ الله أن يرسل غيرك ؟ وأفشَوا ذلك في ثقيف: الذي قالَ لهم، واجتمعوا يستهزئون برسول الله صلى الله عليه وسلم وقعدوا له صفين على طريقه، فأخذوا بأيديهم الحجارة فجعل لا يرفع رجله ولا يضعها إلاّ رضخوها بالحجارة وهم في ذلك يستهزئون ويسخرون. فلما خلص من صفَّيْهم وقدماه تسيلان الدماء عمد إلى حائط من كرومهم، فأتى ظل حُبْلة من الكرم فجلس في أصلها مكروباً موجعاً تسيل قدماه الدماء فإذا في الكرم عتبة بن ربيعة وشيبة بن ربيعة، فلما أبصرهما كره أن يأتيهما لما يعلم من عداوتهما لله ولرسوله وبه الذي به فأرسلا إليه غلاماً عدَّاساً بعنب وهو نصراني من أهل نِينوى. فلما أتاه وضع العنب بين يديه فقالَ رسول الله صلى الله عليه وسلم: بسم الله، فعجب عداس ؛ فقالَ له رسول الله صلى الله عليه وسلم: من أي أرض أنت ؟ يا عدّاس! قالَ أنا من أهل نينوى. فقالَ النبي صلى الله عليه وسلم: من أهل مدينة الرجل الصالح يونس بن متَّى ؟ فقالَ له عداس: وما يدريك مَنْ يونس بن متَّى ؟ فأخبره رسول الله صلى الله عليه وسلم من شأن يونس ما عرف، وكان رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يحقر أحداً، يبلِّغه رسالات الله تعالى. فقالَ عداس: يا رسول الله! أخبرني خبر يونس بن متَّى. فلما أخبره رسول الله صلى الله عليه وسلم من شأن يونس بن متَّى ما أُوحي إليه من شأنه خرّ ساجداً للرسول صلى الله عليه وسلم، ثمّ جعل يقبل قدميه وهما تسيلان الدماء. فلما أبصر عتبة وأخوه شيبة ما فعل غلامهما سكتا.

فلما أتاهما قالا له: ما شأنك سجدت لمحمّد وقبلت قدميه ولم نرك فعلت هذا بأحد منا.

قالَ: هذا رجل صالح حدثني عن أشياء عرفتها من شأن رسول بعثه الله تعالى إلينا يُدعى يونس بن متَّى، فأخبرني أنه رسول الله ؛ فضحكا وقالا: لا يفتنْك عن نصرانيتك، إنه رجل يَخدع ؛ ثمّ رجع رسول الله صلى الله عليه وسلم إلى مكة (أخرجه أبو نعيم في الدلائل).

عروۃ بن الزبیر سے روایت ہے کہ : جب ابوطالب کا انتقال ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ کی آزمائش سخت ہو گئی ،آپ ﷺ نصرۃ طلب کرنے ثقیف روانہ ہوئے، ثقیف کے تین سرداروں سے ملاقات کی جو تینوں بھائی تھے: عبد یالیل بن عمرو، خبیب بن عمرو اور مسعود بن عمرو، آپ ﷺ نے اپنے آپ کو ان کے سامنے پیش کیا مصائب کا ذکر کیا اور اپنی قوم کے بارے میں بتایا، ان میں سے ایک نے کہا کہ وہ کعبہ کا پردہ پھاڑے اگر اللہ نے تجھے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے ،دوسرے نے کہا: اللہ کی قسم ! آج کے بعد میں تمہارے ساتھ کبھی بھی ایک بات بھی نہیں کروں گا، اگر تم رسول ہوئے تو تمہارا مرتبہ اس سے بہت بڑا ہے کہ میں تجھ سے بات کروں، تیسرے نے کہا کیا اللہ کو تیرے علاوہ کوئی اور نہیں ملا؟ پھر ثقیف میں آپ ﷺ کے خلاف پروپگینڈا کیا : ثقیف کو جمع کیا اور راستے میں دو صفیں بنا کر آپ ﷺ کا مذاق اڑانے لگے،ہاتھوں میں پتھر اٹھائے آپ ﷺ قدم اٹھاتے وہ آپ ﷺ کے قدموں پر پتھر برساتے اور مسخرہ کرتے۔ جب آپ ﷺ ان دونوں صفوں سے آگے نکلے تو آپ ﷺ کے قدم خون آلود تھے، آپ ﷺ انگور کے بیل کے سائے میں بیٹھ گئے، آپ نہایت پریشان اور غمزدہ تھے۔ آپ ﷺ کے قدموں سے خون بہہ رہا تھا اس وقت وہاں عتبہ اور شیبہ بن ربیعہ بھی موجود تھے جب آپ ﷺ نے ان کو دیکھا تو آپ ﷺ نے ان کے پاس جان اچھا نہیں سمجھا کیونکہ آپ ﷺ جانتے تھے کہ وہ دونوں اللہ اور رسول اللہ ﷺ کے دشمن تھے، ان دونوں نے اپنے ایک غلام عداس کو انگور دے کر آپ ﷺ کے پاس بھیجا یہ غلام نصرانی اور نینوٰی کا رہنے والا تھا، جب وہ آپ ﷺ کے پاس آیا اور انگور آپ ﷺ کے پاس رکھا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بسم اللہ، اس پر عداس حیران ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا: کیا تم نیک آدمی یونس بن متّٰی کے علاقے سے ہو؟ عداس نے کہا: آپ ﷺ یونس بن متی کو کیسے جانتے ہیں؟ آپ ﷺ نے اس کو یونس علیہ السلام کے بارے میں بتایا، رسول اللہ ﷺ کسی کو حقیر نہیں سمجھتے تھے سب کو اللہ کا پیغام پہنچاتے تھے، عداس نے کہا: اے اللہ کے رسول ! مجھے یونس بن متی کے بارے میں بتا دیجئے۔ جب رسول اللہ ﷺ نے اس کو یونس بن متی اور ان کی طرف بھیجی گئی وحی کے بارے میں بتا دیا تو وہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے سجدے میں گر گئے، پھر آپ ﷺ کے خون آلود قدموں کو بوسہ دیا، عتبہ اور اس کا بھائی غلام کا یہ عمل دیکھ کر خاموش رہے۔ جب غلام ان کے پاس آگیا تو اس سے کہا: تم نے کیوں محمد کے سامنے سجدہ کیا اور ان کے قدموں کو بوسہ دیا ہم میں سے کسی کے ساتھ تم نے کبھی یہ کام نہیں کیا، اس نے کہا: یہ نیک آدمی ہے انہوں نے مجھے اللہ کے نبی یونس کے بارے میں بتایا جس کو اللہ نے ہمارے لیے نبی بنا کر بھیجا تھا، انہوں نے مجھے بتایا کہ وہ نبی تھے، یہ دونوں بھائی ہنس پڑے اور کہا : یہ کہیں تمہیں تمہاری نصرانیت کے بارے میں آزمائش میں نہ ڈالے، یہ دھوکہ باز آدمی ہے، پھر رسول اللہ ﷺ مکہ آئے ، (اس کو ابو نعیم نے الدلائل میں نقل کیا ہے)۔

وعن عائشة رضي الله عنها قالت: قالَ أبو بكر: لو رأيتني ورسول الله صلى الله عليه وسلم إذ صعدنا الغار فأما قدما رسول الله صلى الله عليه وسلم فتقطّرتا دماً وأما قدماي فعادت كأنها صَفْوان (الحجر الصلد الذي لا ينبت) (أخرجه ابن مردويه، كذا في كنز العمال)

عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ : ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: جب میں اور رسول اللہ ﷺ غار پر چڑھ رہے تھے ہماری حالت دیکھنے والی تھی رسول اللہ ﷺ کے قدموں سے خون نکل رہا تھا اور میرے پاوں پتھر کی طرح سن ہو گئے تھے،(اس کو ابن مردویہ نے روایت کیا ہے اور کنز الاعمال میں بھی اسی طرح ہے)۔

یہ تو رسول اللہ ﷺ کو آپ ﷺ کی قوم کی طرف سے دی گئی اذیتوں کی چند مثالیں تھیں جبکہ آپ ﷺ کے صحابہ کرام کو بھی سخت اذیتیں دی گئیں جو کہ مشہور ہیں۔

ایک مثال کے لئے یہ واقعہ ملاحظہ کیجئے۔ ابن حجر نے الاصابہ میں مسعود بن خراش رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ : ایک دن ہم صفا اور مروہ کے درمیان چکر لگا رہے تھے تو کچھ لوگ ایک نوجوان کے ہاتھ اس کی گردن سے باندھ کر گھما رہے تھے، میں نے کہا: اس کو ایسا کیوں کر رہے ہیں،لوگوں نے بتایا کہ : یہ طلحہ بن عبید اللہ ہے جو بے دین ہو گیا ہے؛ اور جو عورت اس کے پیچھے دوڑتی ہوئی اس کو گالیاں دے رہی ہے اور برا بھلا کہہ رہی ہے وہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا: الصعبۃ بنت الحضرمی اس کی ماں ہے۔

یہ چند مثالیں ہیں مگر یہ سمجھ لینا بھی ضروری ہے کہ ثابت قدمی اور تحمل کا مطلب صرف یہ نہیں کہ داعی تشدد اور عذاب برداشت کرے کیونکہ یہ ضروری نہیں کہ سب پر تشدد ہو کچھ علاقوں میں حزب پر کوئی

پابندی نہیں اور کسی پر کوئی تشدد نہیں ہو رہا اور نہ ہی مومن کو اس چیز کی تمنا کرنی چاہیے بلکہ اس سے اللہ کی پناہ مانگنی چاہیے، ثابت قدمی اور تحمل یہ ہے کہ تشدد ہو یا نہ ہو حالات کیسے بھی ہوں دعوت مشکل ہو یا آسان ہر حال میں اس میں مصروف رہا جائے۔

یہ کوئی عقلمندی نہیں کہ حامل دعوت اس راستے میں تشدد اور ایذاء کی تمنا کرے، یہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ کونسی آزمائش کس کے لیے بہتر ہے ،کس کو مالی آزمائش میں ڈالا جائے کس کو جانی آزمائش میں اور کس کو ہر آزمائش سے بچایا جایا، اسی لیے ابو بکر رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے: اگر میرا دائیاں پاؤں جنت کے اندر ہو اور بایاں پاؤں ابھی جنت سے باہر ہو تب بھی میں اللہ کی طرف سے آزمائش سے بے فکر نہیں ہوں گا اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے تھے: اے اللہ ہمیں آزمائش میں مت ڈالیں اگر آزمانا ہی ہے تو ہمیں ثابت قدم رکھیں رسوانہ کریں۔ حامل دعوت کو ہر حال میں اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے اگر حالات پریشان کن ہیں تب بھی اور اگر حالات موافق ہیں تب بھی دعوت کو ہی اپنا اوڑھنا بچھونا بنائے اسی کو ثابت قدمی کہتے ہیں۔

اے اللہ ہمیں کسی آزمائش میں نہ ڈالنا اگر ایسا ہوا تو ہمیں ثابت قدم رکھنا رسوانہ کرنا اے اللہ ہمارے جن بھائیوں کو کسی آزمائش کا سامنا ہے ان کو ثابت قدم رکھنا اے اللہ اپنے وعدے کو پورا کرنا اور اپنے رسول کی بشارت کو ہمارے ہاتھوں سچ ثابت کرنا اے اللہ یہ تیرے لیے کوئی مشکل نہیں۔

وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین۔

اے مسلم افواج! ہمارا صلاح الدین کہاں ہے جو فلسطین میں قتل کیے گئے بچوں کا انتقام لے؟!

پریس ریلیز

31 جولائی جمعہ کی صبح سویرے یہودی دہشت گردوں نے فلسطین کے مغربی کنارے کے گاؤں دوما میں دو گھروں میں دستی بم پھینکے جس سے اٹھارہ ماہ کا علی سعد دوابشہ جل کر ہلاک ہو گیا۔ اس حملے میں علی کے والدین اور چار سالہ بھائی بھی جل کر شدید زخمی ہو گئے۔ پھر دہشت گردوں نے انہی گھروں کی دیواروں پر عبرانی زبان میں "انتقام" اور "قیمت" لکھا۔ اس شر انگیز عمل نے نوجوان محمد ابو خضیر کے قتل کا ہولناک منظر ذہنوں میں تازہ کر دیا؛ جب گزشتہ سال جولائی میں یہودی دہشت گردوں نے ان پر پٹرول چھڑک کر آگ لگا کر قتل کیا تھا۔ یہ بدترین جرائم سادہ الفاظ میں صیہونی ریاست کی فطرت کا نتیجہ ہیں جس کی ولادت ونشونما دہشت گردی کے ذریعے ہی ہوئی ہے اور وہ اسی دہشت گردی اور خونریزی کی اساس پر قائم ہے جس کے نام پر لاتعداد فلسطینی بچوں کے قتل کا دھبہ ہے۔ اس مجرم ریاست کی جانب سے ستمبر 2000 سے اب تک 2060 فلسطینی بچوں کو قتل کیا گیا ہے، یعنی گزشتہ 15 سالوں کے دوران ہر تین دن میں ایک بچہ قتل کیا گیا ہے۔ اس میں گزشتہ گرمیوں میں یہود کی جانب سے غزہ کے مسلمانوں پر وحشیانہ حملے میں مارے گئے 550 بچے بھی شامل ہیں۔ اس کے علاوہ یہودی آبادکاروں کو کئی دہائیوں سے فلسطین میں فتنہ وفساد کی کھلی چھٹی دی گئی ہے۔ اقوام متحدہ کی رپورٹ کے مطابق 2015 کی ابتداء سے اب تک یہودی آبادکاروں کی جانب سے مغربی کنارے میں کم از کم 120 حملے کیے گئے ہیں۔ اس میں وہ حملے بھی شامل ہیں جو "قیمت" کے نام سے بار بار کیے جا رہے ہیں جن میں مساجد اور مسلمانوں کی املاک کو آگ لگائی جاتی ہے۔ جیسا کہ فلسطینی میڈیا نے خبر دی کہ یہودی آبادکاروں نے 25 جولائی کو مسجد اقصیٰ کے ایک دروازے کے قریب ایک مسلمان بچے پر خطرناک تشدد کیا؛ یہ یہودی انتہا پسندوں کی جانب سے یہودی فوج کی سرپرستی میں مسجد اقصیٰ پر حملہ کرنے سے ایک دن پہلے ہوا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ گزشتہ 8 سالوں سے یہود کی جانب سے غزہ کا محاصرہ کرنے کی وجہ سے طبی امداد اور اشیاء ضرورت کی شدید کمی کے نتیجے میں لاتعداد بچے موت کے منہ میں جا رہے ہیں۔ اس سال جنوری میں چار دودھ پیتے بچے جن کی عمریں ایک مہینے سے اٹھارہ مہینے کے درمیان تھیں غزہ میں سردی کی شدت سے ہلاک ہو گئے۔ گزشتہ سال بمباری، مسلسل محاصرے اور شدید سردی میں بھی کوئی جائے پناہ دستیاب نہیں تھی۔

جب سے اس وحشی ریاست کی ولادت ہوئی ہے آبادکاروں کی دہشت گرد قوتوں کو "فلسطین میں مسلمانوں" کے خلاف جرائم اور خون خرابے کی کھلی چھٹی ہے جن کو مغربی حکومتوں اور عالم اسلام کے ایجنٹ حکمرانوں کی پشت پناہی بھی حاصل ہے۔ اس کے ساتھ جس وقت فلسطین کے بچوں کا خون بہہ رہا ہے اور ان کو جلایا جاتا ہے، فلسطین کی بے بس اتھارٹی ان جرائم پر بے معنی قسم کے بیانات جاری کرنے پر اکتفا کر رہی ہے، جبکہ مجرم یہودی ریاست کے ساتھ امن معاہدے بھی کرتی جا رہی ہے۔

اے اہل قوت! اے مسلم افواج میں امت کے بیٹوں! تم کب تک ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھے رہو گے جبکہ یہ دہشت گرد یہودی ریاست فلسطین میں تمہارے بھائیوں اور بہنوں کو تباہ برباد کر رہی ہے، تمہارے مقدسات کی بے حرمتی کرتی ہے اور تمہارے بچوں کو قتل کرتی ہے!؟ فلسطین میں تمہاری ماؤں کے اپنے قتل کیے جانے والے بچوں کے لیے بہائے جانے والے آنسو بھی تمہیں غصہ نہیں دلاتے؟ کیا تم بین الاقوامی برادری سے اپنی امت کے دفاع کی امید کرتے ہو، وہ جنہوں نے اس کی بنیاد رکھی اور اس کو مسلح کیا، اس مجرم ریاست کو طاقتور کیا، مسلمانوں کے خلاف اس کے وحشیانہ جرائم کے بارے میں پوری دنیا میں خاموشی کی دیوار کھڑی کر دی؟ کیا تم اس عظیم شرف کو پانے کی خواہش نہیں رکھتے جس کو صلاح الدین ایوبی اور قطز نے پالیا جب اس سرزمین کو قابضین سے چھڑالیا، اس کینسر زدہ نظام سے جس نے عالم اسلام کا چہرہ مسخ کر رکھا ہے امت کو چھڑانے کا اجر بہت بڑا نہیں ہے؟ ہم تمہیں تمہارے بھائیوں اور بہنوں کو بے یار ومددگار چھوڑنے والے ان حکمرانوں سے وفاداری سے دستبردار ہونے کی دعوت دیتے ہیں جنہوں نے اپنی فوجوں کو فلسطین کے بچوں کی حفاظت کے لیے حرکت میں لانے کی بجائے مغربی حکومتوں کے نمائندے کے طور پر یمن، عراق، شام اور پاکستان میں مسلمانوں کے خلاف جنگ میں جھونک دیا! ہم تمہیں نبوت کے طرز پر خلافت راشدہ کے قیام کے لیے نصرۃ دینے کی دعوت دیتے ہیں؛ جو بلا تاخیر 000 000 افواج کو ارض مقدس کی آزادی اور شہدا کا انتقام لینے کے لیے روانہ کرے گی، اس کو دوبارہ اسلامی سرزمین سے جوڑ دے گی اور اس عظیم امت کی شاندار تاریخ دہرائے گی۔

ڈاکٹر نسرین نواز

ڈائریکٹر یس مرکزی میڈیا آفس

حزب التحریر

شعبۂ خواتین

اراکان کی ریاست میں سائیکلون کومین کے نتیجے میں پناہ گزین کیمپوں میں بڑی تعداد میں آنے والے روہنگیا عورتوں اور بچوں کو کون پناہ فراہم کرے گا؟

پریس ریلیز

حالیہ دنوں میں میڈیا کی خبروں سے پتہ چلتا ہے کہ روہنگیا مسلمانوں، جن میں عورتیں اور بچے بھی شامل ہیں، نے سائیکلون کومین اور اس سے ہونے والی زبردست مون سون بارشوں کے نتیجے میں ہونے والی تباہی کے باعث جس میں ان کے گاؤں ڈوب گئے میانمار کے شہر "کیاکتو" میں قائم پناہ گزین کیمپوں میں پناہ لینے کی کوشش کی لیکن ریاست کی پولیس اور فوج نے انہیں واپس بھیج دیا۔ میانمار کی سیکیوریٹی فورسز نے روہنگیا خاندانوں کو سختی سے یہ کہہ کر واپس بھیج دیا کہ "یہ جگہ صرف ان لوگوں کے لئے ہے جو اس ملک سے تعلق رکھتے ہیں" یعنی روہنگیا کی بدھسٹ آبادی۔ زبردستی نکال دیے جانے کے بعد روہنگیا مسلمان پناہ کے لئے پہاڑوں کی جانب چلے گئے جو ناقابل رہائش اور خطرناک جگہ ہے۔ اس صورتحال میں عورتیں اور بچے مون سون بارشوں اور خطرناک سائیکلون کے رحم وکرم پر تھے۔ یہ خبریں بھی سامنے آئی ہیں کہ پہاڑوں کی جانب جانے والے روہنگیا مسلمانوں کو بدھسٹوں نے واپس اپنے سیلاب زدہ گھروں میں جانے پر مجبور کیا اور ایسا نہ کرنے پر خطرناک نتائج کی دھمکیاں دیں۔ برما ٹائمز نے 4 اگست کو یہ خبر شائع کی سائیکلون اور سیلاب کے نتیجے میں بیمار ہونے والے روہنگیا مسلمان بچوں کا علاج کرنے سے مقامی ہسپتالوں نے انکار کر دیا اور اس طرح کئی بچے ہلاک ہوگئے۔ اخبار نے لکھا کہ مقامی ہسپتال کی انتظامیہ یہ کہہ رہی ہے کہ وہ مسلمانوں کا علاج نہیں کریں گے کیونکہ وہ غیر ملکی ہیں اور یہ سہولیات صرف اراکان کی بدھسٹ آبادی کے لئے ہیں۔ اخبار کے مطابق علاج نہ کرنے کے نتیجے میں سات سالہ عبدالمالک، پانچ سالہ عبدالکریم، پانچ سالہ محمد انیس اور پانچ سالہ علام باھور موت کے منہ میں چلے گئے۔ حاملہ روہنگیا عورتیں بھی طبی سہولیات کے نہ ملنے کے سبب شدید مشکلات کا شکار ہیں۔

اراکان کی ریاست میں میانمار کی سیکیوریٹی فورسز اور حکومتی اہلکاروں کا روہنگیا مسلمان عورتوں اور بچوں کے ساتھ سلوک انتہائی وحشیانہ اور غیر انسانی ہے۔ ان غیر محفوظ لوگوں کی جانب ان کا یہ سلوک میانمار کی حکومت کی نسل کشی پر مبنی پالیسی کو آشکار کرتا ہے جس کا مقصد اراکان کے علاقے سے روہنگیا مسلمانوں کے وجود کا خاتمہ کرنا ہے۔ میانمار کی بے ضمیر حکومت پہلے سے موسمی پیش گوئی کے متعلق جانتی تھی کہ کب اور کہاں سائیکلون کومین ٹکرائے گا۔ لیکن انہوں نے اراکان کے مسلمانوں کو پہلے سے اس خطرے سے خبردار نہیں کیا تاکہ وہ سیلاب اور آس پاس موجود بدھسٹ آبادی کے پرتشدد رویے کا شکار ہو جائیں۔

روہنگیا مسلمان عورتوں اور بچوں کی ناقابل برداشت مصائب ومشکلات ناقابل یقین طریقوں سے بڑھتے ہی چلے جارہے ہیں۔ لیکن اتنا کچھ ہو جانے کے باوجود بین الاقوامی اداروں اور مغربی حکومتوں کی جانب سے میانمار کی وحشی اور ظالم حکومت کے خلاف محض نمائشی مذمتی بیان ہی جاری کیے گئے ہیں۔ جبکہ دوسری جانب مسلم دنیا کی حکومتوں جس میں میانمار کے پڑوسی مسلم ممالک بنگلادیش، انڈونیشیا اور ملائیشیا شامل ہیں، نے روہنگیا عورتوں اور بچوں سے دستبرداری اختیار کر لی ہے اور اپنی اسلامی اور انسانی ذمہ داری سے ہاتھ اٹھالیا ہے اور یہ سب کچھ اپنے قومی مفادات کے تحفظ کے نام پر کیا جارہا ہے۔ یہ مسلم حکمران اور ان کے قومی اور سرمایہ دارانہ نظام مسلمانوں کی گردنوں پر لوہے کے پھندے ثابت ہورہے ہیں۔ اس پھندے کو فوری ہٹایا جانا اور نبوت کے طریقے پر خلافت کا قائم کیا جانا انتہائی ضروری ہے جو قومیت سے قطع نظر مسلمانوں کی جان ومال اور عزت وآبرو کی حفاظت کرے گی۔ یہ وہ نظام ہے جس میں خلیفہ الولید بن عبد الملک نے جنرل محمد بن قاسم کی قیادت میں مسلم افواج مسلمان عورتوں اور بچوں کو بچانے کے لئے بھیجیں جنہیں ہندو راجہ داہر نے جنوبی ہند میں قید کرلیا تھا اور اس کے نتیجے میں پورے سندھ کو ظالم ہندو حکمرانی سے نجات ملی۔ اسی طرح کی ریاست خلافت کی ایک بار پھر ضرورت ہے جو کمزور روہنگیا مسلمانوں کو بدھسٹوں کے مظالم سے نجات دلائے۔

﴿وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ نَصِيرًا﴾

"بھلا کیا وجہ ہے کہ تم اللہ کی راہ میں اور ان کمزور مردوں، عورتوں اور ننھے ننھے بچوں کی نجات کے لئے جہاد نہ کرو؟ جو یوں دعائیں مانگ رہے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! ان ظالموں کی بستی سے ہمیں نجات دے اور ہمارے لئے خاص اپنے پاس سے مددگار بنا" (النساء:75)

مرکزی میڈیا آفس حزب التحریر (شعبۂ خواتین)

شام کی سرحد پر ترکی کی فوجی نقل وحرکت

سوال وجواب

سوال: ترکی کے صدر نے شامی سرزمین پر کسی بھی قسم کی ڈیموگرافک تبدیلی کو مکمل طور مسترد کرنے کا اعلان کیاہے۔ اس بات کا اعلان انہوں نے صدارتی محل میں افطار پارٹی میں شرکت کے موقع پر کیا جس کا اہتمام انقرہ میں موجود غیر ملکی سفیروں کے لیے کیا گیا تھا۔ یہ تقریب جمعرات کی شام 9 جولائی 2015 کو منعقد کی گئی تھی جیسا کہ السابع کی ویب سائٹ نے کہا ہے۔۔۔اس میں ان کے پہلے بیان کی طرف بھی اشارہ کیا گیا ہے جو انہوں نے 26 جون 2015 کو دیا تھا جس کو اناطولیہ نیوز ایجنسی نے ان کے الفاظ میں یوں نقل کیا تھا کہ "ہم شام کے شمال میں اپنی جنوبی سرحد پر کوئی ریاست قائم کرنے کی ہر گز اجازت نہیں دیں گے، اس حوالے سے ہم ہر قیمت پر جدوجہد جاری رکھیں گے"۔ انہوں نے کہا "شام اور عراق میں جو کچھ ہو رہا ہے یہ خطے میں سائیکس پیکو کے نظام کی تجدید کے لیے ہے اور اس کا مقصد داخلی رائے عامہ کو ترکی کے خلاف کرنا ہے"۔ اس کے بعد جیسا کہ ذرائع ابلاغ نے کہا ہے کہ ترکی اس طرح اپنی دفاعی پوزیشن کو مستحکم کر رہا ہے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ: جو کچھ ہو رہا ہے اس کی حقیقت کیا ہے؟ کیا یہ شمالی شام میں ترکی کی عملی مداخلت کے لئے ہو رہا ہے؟ یا یہ کسی اور مقاصد کے لیے ہے؟ اور عسکری مداخلت کے حوالے سے امریکی موقف کیا ہے؟

جواب: جواب کو واضح کرنے کے لیے ہم مندرجہ ذیل امور کی وضاحت کریں گے:

1۔ ترکی کے صدر نے یہ بیان دیا کہ "ہم ہر گز شمالی شام میں اپنے جنوبی سرحد کے ساتھ کوئی ریاست قائم کرنے نہیں دیں گے، اس راہ میں ہماری جدوجہد جاری رہے گی چاہے اس کی قیمت کچھ بھی ہو" اور کہا "شام اور عراق میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ خطے میں سائکس پیکو کے نظام کی تجدید ہے اور اس کا مقصد ترکی کے خلاف رائے بنانا ہے" (اناطولیہ نیوز ایجنسی 26 جون 2015)۔ اس کے بعد 2 جولائی 2015 کو ترک وزیر اعظم احمد داؤد اوگلو نے السابع ٹی وی چینل سے بات کرتے ہوئے کہا "ہم نے سرحدوں کی حفاظت کے لیے اقدامات کیے ہیں، اگر ملک کے امن و امان کو نقصان پہنچانے کا خطرہ درپیش ہوا تو فوجی حرکت کے احکامات بھی دیے جا چکے ہیں"۔ اُنہوں نے یہ بھی کہا کہ "کوئی یہ نہ سمجھے کہ ترکی کل ہی یا مستقبل قریب میں شام میں کوئی مداخلت کرے گا"۔ پھر 3 جولائی 2015 کو قونیہ ٹی وی چینل کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا "یہ بات درست نہیں کہ یہ توقع کی جائے کہ ترکی فوراً عملی طور پر شام میں مداخلت کرے گا، تاہم ترکی شام کی طرف سے کسی بھی ممکنہ خطرے سے نمٹنے کے لیے تیار ہے، ترکی ہر پیش رفت پر نظر رکھے ہوئے ہے"۔ انہوں نے مزید کہا "کسی کے دل میں یہ خیال نہیں آنا چاہیے کہ ہمیں اس مسئلے میں کھینچا گیا ہے"۔

2۔ یوں ان بیانات میں کبھی مداخلت کا اشارہ دیا گیا کبھی اس کو خارج از امکان قرار دیا گیا۔ اسی نہج پر تردید اور تصدیق کا سلسلہ بھی جاری ہے۔ ترک اخبار الحریات نے 5 جولائی 2015 کو خبر شائع کی کہ "چیف آف آرمی اسٹاف نے باڈرز کمانڈرز اور کمانڈو بریگیڈز کو بولو اور قیصری کے صوبے میں طلب کیا ہے تاکہ ترکی کے ساتھ شام کی سرحد پر پیدا ہونے والی صورتحال کی وجہ سے ممکنہ مداخلت پر غور کیا جاسکے"۔ مگر چیف آف اسٹاف نے ان خبروں کی تردید کی، چنانچہ اناطولیہ نیوز ایجنسی نے عسکری ذرائع کا حوالہ دیتے ہوئے 6 جولائی 2015 کو ان کی یہ بات نقل کی کہ "باڈر کمانڈرز اور کمانڈو یونٹوں (اسپیشل فورس) کے کمان کو شام میں رونما ہونے والی تبدیلی کے بعد چیف آف اسٹاف کے آفس طلب کرنے کی افواہ میں کوئی صداقت نہیں، اس قسم کی کوئی میٹنگ نہیں ہوئی ہے یہ صرف افواہ ہے اس حوالے سے کوئی منصوبہ بھی نہیں"۔

3۔ ان متضاد بیانوں کے ساتھ ساتھ "کھیل کے جذبے" کے ساتھ عسکری نقل و حرکت بھی جاری رہی۔ ذرائع ابلاغ نے شام کی سرحد پر ترک عسکری نقل وحرکت کا ذکر کیا اور کہا گیا کہ ترکی نے 400 مسلح سپاہی روانہ کر دیے جن کو فضائیہ کی مدد بھی حاصل ہے اور یہ کہ حلب شہر کے شمال میں معرکوں میں شدت کے ساتھ شام کی سرحد کے ساتھ 54 ہزار فوجی بھیج دئے گئے ہیں اور ترکی نے سرحد پر ٹینک اور انٹی ائر کرافٹ میزائل پہنچادئے۔ صرف یہی نہیں بلکہ عسکری نقل وحرکت کی خبروں کو اس قدر بڑھا چڑھا کر پیش کیا گیا کہ گویا مداخلت صرف نظر ہی نہیں آ رہی بلکہ اس کی طرف قدم بڑھ رہے ہیں! بعض ذرائع ابلاغ نے خبریں جاری کرنی شروع کیں، جن کو شاید مستقبل کے منصوبوں کے حوالے سے خود سرکاری ادارے تیار کر کے دے رہے تھے۔ چنانچہ ترک اخبار ینی شفق نے 28 جون 2015 کو خبر دی کہ "ترکی کے چیف آف اسٹاف نے شمالی شام میں کرد

ریاست کے قیام کو روکنے کے لیے شام میں عسکری مداخلت کا منصوبہ تیار کر لیا یا کم از کم اس کو ایک امر واقعہ قرار دے دیا۔ یہ منصوبہ 33-28 کلومیٹر چوڑے نو وار زون علاقہ قائم کرنے پر مشتمل ہے جو قرقامش سے اونجبینا تک 110 کلو میٹر طویل ہو گا۔ منصوبے کی رو سے بین الاقوامی برادری کی حمایت حاصل کرنے کے بعد 18 ہزار فوجی دو سال کے لیے شام بھیجے جائیں گے۔ اگر بین الاقوامی برادری نے حمایت نہیں کی تو اپنے طور پر ایسا نو وار زون قائم کیا جائے گا جیسا کہ اسرائیل نے لبنان کے جنوب میں قائم کیا تھا"۔

4۔ ان خبروں پر غور کرنے والا اور جو کچھ ہو رہا ہے اس پر نظر رکھنے والا یہ دیکھ سکتا ہے کہ یہ عملی مداخلت کے مقاصد سے زیادہ داخلی مقاصد کے لیے ہیں اس کے مندرجہ ذیل اسباب ہیں:

ا۔ شام کے شمال میں کردوں کی پیش قدمی جس کو روکنے کے بہانے ترک حکومت موجودہ عسکری تیاری اور مداخلت کرنے کی بات کر رہی ہے۔ اس پیش قدمی کی ترک حکومت نے خود معاونت کی تھی جب اس نے "پیش مرگہ" (کرد ملیشیا) کو زمینی راستے کے ذریعے عرب کوبانی میں داخل ہونے کی اجازت دی اور یہ کردوں کے ساتھ مل کر لڑائی میں مدد کے لیے تھا۔۔۔ اسی طرح تل ابیض میں، اخبار خبر ترک نے 4 جولائی 2015 کو اپنے ایک صحافی کے حوالے سے خبر دی جو کہ اعلی سطحی ترک عہدہ دار کے ساتھ میٹنگ میں شامل تھا۔ اخبار نے کہا" کل ہم صحافیوں کا ایک گروپ ترک حکومت کے ایک اعلی سطحی عہدہ دار کے ساتھ میٹنگ میں تھا۔ حکومت نے ہمیں یقین دہانی کرائی کہ وہ جمہوری اتحاد پارٹی (کرد جماعت) کو بالکل بھی ہدف نہیں بنائے گی"۔ عہدہ دار نے اشارہ دیا کہ "اس بات کا امکان ہے کہ جمہوری اتحاد پارٹی عفرین اور کوبانی کو ملانے والے علاقے پر کنٹرول حاصل کر لے اور دوسرے لفظوں میں ترک سرحد پر کرد گزر گاہ حالیہ مرحلے میں شامل نہیں"۔ انہوں نے کہا "جمہوری اتحاد پارٹی کا تل ابیض پر قبضہ خود ترکی کے مفاد میں ہے، لیکن یہ تاثر ملنا کہ جن علاقوں میں جمہوری اتحاد پارٹی کا قبضہ ہے وہ فتوحات کی وجہ سے ہے یہ قلیل مدتی اور طویل مدتی طور پر تنازعات کو جنم دے سکتا ہے اور خطے میں کئی مسائل پیدا کر سکتا ہے"۔ یعنی شمالی شام میں ترک حکومت اور کردوں کے درمیان معاملہ اتنا گرم نہیں کہ اس کی وجہ سے عسکری جنگ کی ضرورت پیش آئے۔

ب۔ امریکہ نے ابھی تک زمینی طور پر عسکری مداخلت کا فیصلہ نہیں کیا ہے، وہ بدستور بشار کے متبادل ایجنٹ کی تلاش میں ہے۔ شام کے مخلص لوگوں نے اب تک اس کی کوششوں کو ناکام بنایا ہوا ہے۔ ہم اللہ سے دعا گوں ہیں کہ امریکہ کی کوششوں کو ناکام بنانے کی مخلصانہ کوششیں جاری رہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اردوگان اور اس کی حکومت کا واویلا عمل کے بغیر صرف زبانی جمع خرچ ہے یہ اس وقت تک ہے جب تک امریکہ ان کو کوئی حکم دے جس کے کئی شواہد ہیں: - ترک حکومت نے کئی بار شام کے اندر نو وار زون قائم کرنے کا مطالبہ کیا مگر امریکہ نے یہ مسترد کر دیا۔ داود اوگلو نے اکتوبر 2014 میں کہا کہ یہ ممکن ہے کہ زمینی راستے 4 ایم کو لے کر بفر زون قائم کیا جائے۔ یہ لائن اللاذقیہ کے حدود سے شروع ہو کر الحسکہ تک جاتی ہے، اس کی لمبائی 720 کلومیٹر اور چوڑائی 70 کلو میٹر ہے یعنی یہ شام کی سرزمین کا ایک تہائی ہے۔ امریکہ نے اس کو مسترد کیا اور اس پر عمل نہیں کیا۔۔۔ حالیہ دنوں میں پھر یہ بحث شروع ہو گئی کہ ترکی پاکٹ بفر زون قائم کرنا چاہتا ہے پہلا پاکٹ جرابلس سے عین العرب کے درمیان ہو گا۔ مقامی ذرائع ابلاغ نے کہا کہ ترک صدر اردوگان قومی اتحادی کردستانی پارٹی کے ترکی کے سرحدی علاقے کے ساتھ قبضہ کرنے کے بعد سرحدی علاقے میں بفر زون قائم کرنے پر غور کر رہے ہیں۔ اس کو مسترد کرتے ہوئے امریکہ نے وائٹ ہاؤس کی طرف سے جان کیری کی زبانی یہ بیان جاری کیا "پینٹا گون اور امریکی فوج یا اس کے اتحادی فی الحال کسی بفر زون کی ضرورت محسوس نہیں کر رہے ہیں۔ مگر ہمیں ترکی کی اپنی سرحد کے بارے میں تشویش کا بھی ادراک ہے" (رائٹرز 30 جون 2015)۔۔۔ ترک حکومت نے اپنے اس سبکی پر پردہ ڈالنے کے لیے جس کا اسے امریکی انکار پر سامنا کرنا پڑا، ترک وزیر اعظم کے معاون ابراھیم قالین نے 30 جون 2015 کو کہا، "ہم جو اقدامات کر رہے ہیں جن کا تعلق سرحدوں کی حفاظت سے ہے ان کی یہ تفسیر ہے کہ ترکی ایک غیر منطقی جنگ میں حصہ دار بن رہا ہے"۔ انہوں نے کہا، "ہم نے کبھی نہیں کہا کہ ہمیں ایسا بفر زون چاہیے جو نو فلائی زون بھی ہو۔ محفوظ علاقہ قائم کرنا ضروری ہے" (اناطولیہ 30 جون 2015)۔ اس سب کے باوجود اب تک کوئی محفوظ علاقہ قائم نہیں ہوا نہ ہی کوئی نو وار زون قائم ہو سکا کیونکہ امریکہ اب تک اس کا حامی نہیں!

- اسی طرح اردوگان کا مشہور بیان کہ وہ ہرگز "دوسرا حماۃ" دہرانے کی اجازت نہیں دے گا، اس پر بھی زمانہ گزر گیا اور وہ بھلا دیا گیا! جبکہ مجرم بشار نے ہر شہر اور ہر گاؤں میں دوسرا، تیسرا اور چوتھا حماۃ بھی دہرایا

اور وہ امریکی گرین سگنل، روسی مدد، ایرانی براہ راست مداخلت اور لبنان میں اس کی تنظیم کے ذریعے قتل وغارت اور تباہی میں مشغول ہے۔ اس سب کے باجود اردوگان اور اس کی حکومت نے کچھ نہیں کیا، کیونکہ اس کے ارادے امریکہ کے مرہون منت ہیں جو اس کو اپنے بیانات پر عمل کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ اس لیے وہ گرد وغبار ہوا میں نظر نہیں آتا جو شہسوار کے گھوڑے کے کھروں سے اس وقت نکلتا ہے جب اس کا مالک اس سے کہتا ہے چل اللہ کی طرف چل عموریہ میں معتصم کی سیرت کو اور قسطنطنیہ استنبول میں محمد الفاتح کی سیرت کو دہرانے کے لیے۔!

5۔ لہٰذا اس عسکری نقل وحرکت کا مقصد شام میں عملی مداخلت نہیں تاہم امریکہ کی طرف سے اس کے مفادات کے لیے احکامات ملنے پر ایسا ہو سکتا ہے۔ راجح بات یہ ہے کہ اس نقل وحرکت کا تعلق اندرونی رائے عامہ سے ہے جس کی وجوہات یہ ہیں:

ا۔ ترک وزیر اعظم کا بیان جس کا ذکر پہلے ہو چکا کہ ترکی شام کے اندر مداخلت نہیں کرے گا، وہ اس مداخلت کو مہم جوئی سمجھتا ہے، تاہم وہ شام کی طرف سے پیدا ہونے والے کسی بھی ممکنہ خطرے سے نمٹنے کے لیے تیار ہے، یعنی اپنی سرحدوں کی حفاظت کرنا چاہتا ہے مگر سائکس پیکوں کی سرحدوں کو پامال نہیں کرے گا جیسا کہ صدر اردوگان نے بھی کہا۔

ب۔ اندرونی طور پر ایسی آوازیں بلند ہو رہی ہیں جو شام میں کرد ریاست کے قیام کے امکان سے خوف زدہ ہیں۔ یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ چیز کردستان لیبر پارٹی کو ترکی کے خلاف عسکری کاروائی کے لیے حوصلہ دے گی جو مارچ 2013 سے روکی ہوئی ہے جب پارٹی کے سربراہ اوجلان نے اپنی پارٹی کو کاروائیاں روکنے کے لیے جیل سے پیغام بھیجا اور کہا کہ مسلح کارکن ترکی سے باہر نکلیں اور امن کا عمل شروع کیا جائے۔ اس لیے یہ عسکری نقل وحرکت ان آوازوں کو دبانے کے لیے ہیں۔

ج۔ اردوگان کا انتخابات میں اکثریت سے محروم ہونے کے بعد اور اپوزیشن کی جانب سے شام کے حوالے سے اردوگان کے موقف پر تنقید کے بعد اردوگان پریشان ہے اور اگر داود اوگلو مقررہ قانونی مدت کے اندر حکومت تشکیل دینے میں کامیاب نہ ہوئے تو قبل از وقت انتخابات کا بھی امکان ہے۔ اس سب نے اردوگان اور ترک حکومت کو یہ نمائشی کاروائیاں کرنے پر مجبور کیا جس کا مقصد یہ دکھانا ہے کہ اس کی حکومت کو امن وامان کی فکر ہے اور وہ بدستور مضبوط ہے اس طرح رائے عامہ کو قائل کرنے کی کوشش ہو رہی ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ یہ ساری کاروائیاں داخلی رائے عامہ کو اپنے حق میں کرنے اور اس کو ٹھنڈا کرنے کے لیے زیادہ ہیں نہ کہ شام میں عملی عسکری مداخلت کے لیے۔ مگر یہی عسکری نقل وحرکت اس وقت شام میں عملی مداخلت کی شکل اختیار کر سکتی ہے جب امریکہ یہ سمجھے کہ یہ اس کے مفاد میں ہے۔۔۔ ہم اللہ سے دعا گو ہیں کہ اللہ امریکی منصوبوں کو ناکام بنائے اور ان کو نامراد واپس کر دے۔

26 رمضان 1436 ہجری

13 جولائی 2015

بقیہ صفحہ 39 سے

اے خیر وبرکت والے شام کے مخلص مسلمانو!

شام کی تحریک اس کے مخلص باشندوں کے مرہون منت اور اللہ کے فضل سے جاری ہے اور دشمنوں کے سامنے ڈٹی ہوئی ہے اور یہی انشاء اللہ مخلصین کی جدو جہد اور اتفاق سے کامیاب ہو گی۔ شام میں بے مثال مومن اور مخلص جنگجو موجود ہیں اور یہاں ایسے مخلصین ہیں جنہوں نے اس تحریک کے خلاف تمام سازشوں کو بے نقاب کرنے کا بیڑہ اٹھایا ہوا ہے؛ وہ سازشوں کو بے نقاب کرنے میں قرآن کی ہدایت سے راہنمائی لیتے ہیں جیسا کہ قرآن نے رسول اللہ ﷺ کے خلاف سازشوں کے جال کو تار تار کیا۔۔۔ یہی وہ شہسوار ہیں جو شام میں برپا ہونے والی اس تحریک کو اس نظام کے قیام کے ساتھ اپنے منطقی انجام تک پہنچائیں گے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو پسند ہے۔ تمام کوششیں رسول اللہ ﷺ کے طریقے پر کاربند ہوتے ہوئے نبوت کے طرز پر خلافت کے قیام کے لیے ہونی چاہیے: ﴿وَيَوْمَئِذٍ يَفْرَحُ الْمُؤْمِنُونَ * بِنَصْرِ اللَّهِ يَنْصُرُ مَنْ يَشَاءُ وَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ﴾ "اور اس دن مومنین خوش ہوں گے اللہ کی مدد سے وہی جس کی چاہتا ہے مدد کرتا ہے اور وہی غالب اور مہربان ہے" (الروم: 5-4)

احمد عبد الوہاب

ولایہ شام میں حزب التحریر کے

میڈیا آفس کے سربراہ

ترکی سرکاری طور پر اسلام کے خلاف جنگ میں بین الاقوامی اتحاد میں شامل ہو گیا جس کی قیادت امریکہ کر رہا ہے

پریس ریلیز

حال ہی میں امریکہ اور ترکی کے درمیان معاہدے کا اعلان کیا گیا ہے جس کی رو سے امریکی طیارے ترکی کے فضائی اڈوں کو استعمال کر سکیں گے۔ترکی نے بین الاقوامی برادری سے شام میں محفوظ علاقے کے قیام کا اپنا مطالبہ بھی دہرایا۔ترک وزیر اعظم احمد داود اوغلو نے ترکی کے "سی این این" نیٹ سے بات کرتے ہوئے کہا کہ شام میں محفوظ علاقہ قائم کرنے کا وقت آگیا ہے۔امریکہ کے ساتھ سمجھوتہ میں یہ بات طے ہوئی کہ شام کے مستقبل کے لیے معتدل اپوزیشن کی حمایت کی جائے گی۔اس معاہدے میں امریکہ نے ترکی کو بھی سرکاری طور پر اس اتحاد میں شامل کر کے، جس کی قیادت امریکہ دہشت گردی کے خلاف جنگ کے نام پر اسلام کے خلاف جنگ میں کر رہا ہے، ترکی کو جنیوا معاہدے کو عملی جامہ پہنانے کی کوشش کی راہ پر ڈال دیا ہے۔اس معاہدے کے ساتھ ہی ترکی نے امریکہ کی ایجنٹی کے بارے میں اپنا ستر ان لوگوں کے سامنے کھول دیا ہے جن کے آنکھوں پر ابھی تک پردہ پڑا تھا!

احمد داود اوغلو کا یہ کہنا کہ محفوظ علاقہ قائم کرنے کا مقصد شام کے پناہ گزینوں کو ان کی اپنی سرزمین میں ہی رکھنا اور محفوظ پناہ گاہ کا قیام ہے دراصل آنکھوں میں دھول جھونکنے کے مترادف ہے کیونکہ محفوظ علاقہ کا موضوع اسی سیاق میں ہی ذکر کیا گیا ہے کہ اس محفوظ علاقے کو کن لوگوں سے بھر دیا جائے گا۔۔۔خود داود اوغلو کے بیان سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ معتدل مسلح اپوزیشن، جس کی تربیت امریکہ کر رہا ہے، سے ان علاقوں کو بھر دیا جائے گا۔یہ وہی گروپ ہوں گے جنہوں نے خطے میں امریکی ایجنٹ ملکوں کی رسی تھامی ہوئی ہے جیسے سعودیہ اور ترکی۔اسی لیے جو بھی امریکی مفادات کو پورا کرنے کے لئے اس خلاء کو پر کرے گا وہ ایجنٹ اور ناکام عبوری حکومت ہو گی۔ان اقدامات کے ذریعے امریکہ اسلامی منصوبے پر ضرب لگانا چاہتا ہے، امریکہ اپنے منصوبے، جو کہ عوامی جمہوری ریاست کا منصوبہ ہے جس میں دین اور ریاست جدا ہوتے ہیں، کو مضبوط کرنا چاہتا ہے۔ہم میں سے کسی بھی شخص سے یہ بات پوشیدہ نہیں کہ ان علاقوں کو معتدل اپوزیشن کے حوالے کرنے کا مطلب خانہ جنگی کا دروازہ کھولنا ہے جس میں ترکی اس معتدل ٹولے کے ساتھ ہو گا جس کا ذکر احمد داود اوغلو نے اپنے بیان میں کیا ہے یعنی ترکی امریکی صفوں میں کھڑا ہو گا!

امریکہ اپنے لیے ایجنٹوں کو تربیت دینے میں کامیاب نہ ہو سکا؛ اس نے ہزاروں لوگوں کو تربیت دینے کا منصوبہ بنایا مگر چند درجن لوگوں نے ہی اس کی بات سنی۔امریکہ قومی اتحاد کو بھی لوگوں کا نمائندہ ثابت کرنے میں ناکام ہوا اور نہ ہی اس کی عبوری حکومت کو اتنی مقبولیت حاصل ہو گی کہ وہ ان آزاد علاقوں میں داخل ہو سکے اور انشاء اللہ وہ کبھی اس میں کامیاب نہیں ہو گا۔مسلمانوں کو یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ علاقائی ممالک جیسے ترکی، سعودیہ اور اردن کا خطرہ امریکی مداخلت کے خطرے سے کم نہیں کیونکہ یہ ممالک مسلمانوں کے لیے غیرت دکھانے اور ان کے خیر خواہ ہونے کے پردے میں حرکت میں آئیں گے لیکن ان کا مال اور اسلحہ اسلام دشمن پالیسی کی شرط پر اور ان کے مغربی آقاوں کے مفادات کے لیے ہو گا۔

بقیہ صفحہ 38 پر

نیشنل ایکشن پلان امریکی پلان ہے

طاقت اور اغوا کے ہتھکنڈے استعمال کر کے حکومت نے اسلام کے خلاف جنگ میں اپنے مؤقف کو کمزور تسلیم کر لیا ہے

پریس ریلیز

خلافت کے تین داعیوں کے اہل خانہ نے آج پاکستان کے سب سے بڑے شہر کراچی میں اپنے وکیل کے ہمراہ کراچی پریس کلب میں پریس کانفرنس منعقد کی۔ انہوں نے حکمرانوں کی مجرمانہ پالیسی یعنی نیشنل ایکشن پلان پر روشنی ڈالی کہ کس طرح اس پالیسی کی آڑ میں پاکستان میں اسلام اور اس کے داعیوں کو ظلم و ستم کا نشانہ بنایا جارہا ہے۔ اہل خانہ نے کہا کہ "یہ بات آپ کہ سامنے روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ کس طرح اسلام کے نام پر بننے والے پاکستان میں اسلام پسند پر امن شہریوں کو نیشنل ایکشن پلان، جو کہ دراصل استعماری منصوبہ ہے، کے نام پر ہراساں اور پابندِ سلاسل کیا جارہا ہے"۔

اہل خانہ نے حکومت کے مظالم پر روشنی ڈالی کہ حکومت کے غنڈوں نے تین شریف اور پڑھے لکھے نوجوانوں، ارسلان قمر، سید محمد فاہد اور علی اسد محسن، کو 6 اپریل 2015 کو اغوا کیا اور آج کے دن تک ان کی خیر و عافیت سے متعلق کوئی معلومات میسر نہیں۔ اہل خانہ نے کہا کہ "مذکورہ مغویان کو اغوا ہوئے 4 ماہ ہونے والے ہیں لیکن ابھی تک عدالت کے حکم کے باوجود ہماری ایجنسیز کے کانوں پر جوں تک نہ رینگی"۔

حزب التحریر ولایہ پاکستان علماء اور مخلص سیاست دانوں کے خلاف مسلسل ہونے والے ظلم و ستم کی مذمت کرتی ہے جو اسلام کو ایک نظام زندگی کے طور پر نافذ کرنے کا مطالبہ کرتے ہیں۔ حکمرانوں کی جانب سے قوت اور اغوا جیسے گھٹیا ہتھکنڈوں کا استعمال امت پر واضح کر دیتا ہے کہ حکمرانوں کے پاس ان لوگوں کی دعوت کا کوئی جواب نہیں جو پاکستان میں قرآن و سنت کی حکمرانی کے لیے کام کر رہے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ حکمرانوں کا یہ طرز عمل امت کو یقین دلاتا ہے کہ آج کے فرعون بھی، چاہے وہ بنگلادیش کے ہوں یا شام کے یا پاکستان کے، اسلام کو اقتدار اور ریاست کے شکل میں واپسی کو روک نہیں سکتے۔

(وَعَدَ ٱللَّهُ ٱلَّذِينَ آمَنُواْ مِنكُمْ وَعَمِلُواْ ٱلصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي ٱلْأَرْضِ كَمَا ٱسْتَخْلَفَ ٱلَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ)

"اللہ تم میں سے ان لوگوں سے وعدہ فرما چکا ہے جو ایمان لائے اور نیک اعمال کیے کہ وہ انہیں ضرور زمین میں اِن حکمرانوں کی جگہ حاکم بنائے گا جیسے کہ اُن لوگوں کو حاکم بنایا جو ان سے پہلے تھے" (النور:55)

http://www.khabrain.com
E-mail:-khabrain@khabrain.com
LOCAL
ABC CERTIFIED
چیف ایڈیٹر: ضیا شاہد
روزنامہ خبریں کراچی
Daily KHABRAIN
Friday 31 July 2015
ایڈیٹر: امتنان شاہد
جلد 24 | جمعۃ المبارک 14 شوال 1436ھ 31 جولائی 2015ء 10 ساون 2081 بکرمی صفحات 12 قیمت 12 روپے | شمارہ 100

روزنامہ جسارت کراچی
www.jasarat.org
Regd.No.SS 236
جلد 43 | شمارہ 209 | جمعۃ المبارک 14 شوال المکرم 1436ھ 31 جولائی 2015ء قیمت 10 روپے

پریس کلب میں عمیر ایڈووکیٹ تین افراد کے گمشدہ ہونے پر پریس کانفرنس کر رہے ہیں

مسلم دنیا میں اردو بولنے والوں کے لیے

حزب التحریر کے مرکزی میڈیا آفس کی اردو ویب سائٹ

www.hizb-ut-tahrir.info/info/urdu.php

حزب التحریر کے مرکزی میڈیا آفس کی ایک اردو ویب سائٹ ہے جس کو www.hizb-ut-tahrir.info کے ذریعے دیکھا جاسکتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی امت میں اردو بولنے، لکھنے اور سمجھنے والے کروڑوں مسلمانوں کے لئے یہ اردو ویب سائٹ معلومات حاصل کرنے کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ اس ویب سائٹ پر پوری مسلم دنیا میں خلافت کے قیام کے لیے کام کرنے والی جماعت حزب التحریر کی انڈونیشیا سے لے کر مراکش تک مختلف ولایات کی جانب سے جاری کی گئیں پریس ریلیز زاور لیفلٹ دیکھے جاسکتے ہیں۔اس کے علاوہ اس ویب سائٹ پر مسلم دنیا میں حزب التحریر کی خلافت کے قیام کی زبردست جدوجہد کے حوالے سے تحریریں، تصاویر، آڈیوز اور ویڈیوز بھی دیکھی جاسکتی ہیں۔اس کے ساتھ ساتھ اس ویب سائٹ کے ذریعے حزب التحریر کے امیر، مشہور رہنما اور فقیہ، شیخ عطا بن خلیل ابوالرشتہ سے سوالات بھی پوچھے جاسکتے ہیں۔

یقیناً اردو زبان کی موجودگی خلافت کا تحفہ ہے کیونکہ یہ زبان ریاستِ خلافت کی مسلم افواج کی فوجی چھاؤنیوں میں وجود میں آئی تھی جن میں ترکی، فارس، عرب اور برِصغیر پاک و ہند سے تعلق رکھنے والے مسلمان موجود ہوتے تھے۔ درحقیقت لفظ اردو ترک زبان کا لفظ ہے جس کے معنی "لشکر" کے ہیں۔آج کے دن تک اردو کا رسم الخط، اس کے الفاظ اور طرزِ تحریر قرآن اور خلافت کی سرکاری زبان عربی پر بے حد انحصار کرتی ہے۔

حزب التحریر ولایہ پاکستان اردو زبان استعمال کرنے والے صحافیوں، میڈیا اور سوشل میڈیا کو اس بات کی دعوت دیتی ہے کہ وہ حزب التحریر کی جدوجہد اور کام سے مسلسل آگاہی کے لیے اس بہترین ویب سائٹ کو استعمال کریں۔

ولایہ پاکستان میں حزب التحریر کا میڈیا آفس